Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ

القران الحکیم **۲:۲۵۸**

النور

تبوک - اخاء ۱۳۹۵ ہش
ستمبر - اکتوبر ۲۰۱۶ء

برادر محمد صادق صاحب کا ذکرِ خیر

Historical Pictures: Late Nazir Ayaz, President of New York for over 35 years in the blessed company of Hadrat Khalifatul Masih (IV) *rh* during one of his visits to New York

مُناجات اور تبلیغِ حق

منتخب اشعار از منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سر زمینِ ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی
جیسے ہووے برق کا اِک دَم میں ہر جا انتشار

پھر دوبارہ ہے اُتارا تُو نے آدم کو یہاں
تا وہ نخلِ راستی اس ملک میں لاوے ثمار

لوگ سو بک بک کریں پر تیرے مقصد اَور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خُسران و نفع و عُسر و یُسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تُو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرادے کر کے خوار

مَیں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشاں
جس کو تُو نے کر دیا ہے قوم و دِیں کا افتخار

فانیوں کی جاہ و حَشمت پر بلا آوے ہزار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

عزّت و ذِلّت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

میرے جیسے کو جہاں میں تُو نے روشن کردیا
کون جانے اے میرے مالک تیرے بھیدوں کی سار

تیرے اے میرے مُربّی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

ابتدا سے گوشۂِ خلوت رہا مُجھ کو پسند
شُہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

پر مجھے تُو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ
(سورۃ الاعراف: 201)
اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝
(سورہ الفلق)
تو کہدے کہ میں (چیزوں کو) پھاڑ کر (نئی چیز) پیدا کرنے والے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اُس کے شرّ سے جو اس نے پیدا کیا۔ اور اندھیرا کرنے والے کے شرّ سے جب وہ چھا چکا ہو۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شرّ سے۔ اور حاسد کے شرّ سے جب وہ حسد کرے۔
(700حکمِ خداوندی صفحہ 88-89)

نگران:
ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مغفور احمد، امیر جماعتہائے احمدیہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ

ادارتی مشیر:
محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر

مدیر: سید ساجد احمد
معاون مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

نوٹ: اس رسالہ کی تیاری میں مندرجات کی صحت میں کمی بیشی رہ گئی ہو تو براہِ کرم مدیر سے رابطہ فرمائیں۔
اکثر مندرجات مصنفین کے اپنے خیالات ہیں اور وہی ان کی صحت کے ذمہ دار ہیں۔

لکھنے کا پتہ: publications@ahmadiyya.us یا
Editor, Ahmadiyya Gazette, USA
15000Good Hope Rd, Silver Spring MD

جلد ۶۷ شمارہ ۹، ۱۰
تحریک جدید نمبر

فہرست

دونوں اردو اور انگریزی ہندسوں کے یک جا استعمال پر معذرت قبول فرمائیں

مالی قربانی کی اہمیت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَ الۡکٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۵۵﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے پیشتر اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ کوئی تجارت ہو گی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی شفاعت، اور کافر ہی ہیں جو ظلم کرنے والے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ [۲]:۲۵۵)

مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۶۲﴾

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اُگاتا ہو، ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے، اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ [۲]:۲۶۲)

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۵﴾

وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی، تو ان کے لئے ان کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غم کریں گے۔ (سورۃ البقرۃ [۲]:۲۷۵)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَ الۡکٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۵۵﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے پیشتر اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ کوئی تجارت ہو گی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی شفاعت۔ اور کافر ہی ہیں جو ظلم کرنے والے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ [۲]:۲۵۵)

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیۡمٌ ﴿۹۳﴾

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ (سورۃ آل عمران [۳]:۹۳)

وَ مَا لَکُمۡ اَلَّا تُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَ قٰتَلُوۡا ؕ وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿۱۲﴾

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کی ہے؟ تم میں سے کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا؛ یہ لوگ درجے میں ان سے بہت بڑھ کر ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ اور قتال کیا، اور ہر ایک سے اللہ نے بہترین (اجر کا) وعدہ کیا ہے، اور اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔ کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے پس وہ اسے اس کے لئے بڑھا دے اور اس کے لئے ایک بڑی عزت والا اجر بھی ہے۔ (سورۃ الحدید [۵۷]:۱۱–۱۲)

مالی قربانی کی اہمیت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْکَ۔۔۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! تو (دل کھول کر) خرچ کر، اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر خرچ کرے گا۔۔۔

مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کُتِبَ لَهٗ سَبْعُ مِائَةِ ضِعْفٍ۔

(ترمذی باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی بَعِیْدٌ مِنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ وَالْجَاهِلُ السَّخِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنَ الْعَابِدِ الْبَخِیْلِ۔ (قشیریہ۔ الجود والسخاء)

سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور جنت کے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دُور ہوتا ہے۔ (اس کے برعکس) بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے، جنت سے دُور ہوتا ہے لیکن دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ ان پڑھ سخی، بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهَا جَاءَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

لَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰهُ عَلَیْکِ اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی نسبتی ہمشیرہ اسماءؓ بنت ابی بکر کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گِن گِن کر ہی دیا کرے گا۔ اپنے روپیوں کی تھیلی کا منہ (بخل کی راہ سے) بند کر کے نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا۔ جتنی طاقت ہے (دل کھول کر) خرچ کیا کرو۔

مالی قربانی کے بارے میں سیّدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ارشادات

انفاق فی سبیل اللہ کی ضرورت و اہمیت

اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اَب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ مہمِ عظیم کے روبراہ کرنے کے لیے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اُس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لیے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لیے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔" (فتح اسلام صفحات ۱۰ تا ۱۲)

یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا

"۔۔۔ ہر ایک پہلو سے خدا کی اطاعت کرو اور ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اُس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلہ کے مصارف کے لئے ماہ بہ ماہ ایک پیسہ دیوے اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے۔۔۔ ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہئے تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے۔ اگر بے ناغہ ماہ بماہ ان کی مدد پہنچتی رہے گو تھوڑی مدد ہو تو وہ اس مدد سے بہتر ہے جو مدت تک فراموشی اختیار کر کے پھر کسی وقت اپنے ہی خیال سے کی جاتی ہے۔ ہر ایک شخص کا صدق اس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔۔۔" (کشتیٔ نوح، صفحہ ۷۴)

مال خرچ کرنے سے عمریں زیادہ ہوں گی

"۔۔۔ اگر تم کوئی نیکی کا کام بجالاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے، اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی، اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی۔" (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۵۶)

اپنی عزیز اور پیاری چیزوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرو

"۔۔۔ بے کار اور نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے، پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا، کیونکہ نص صریح ہے، لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو؟ کیا صحابہ کرام مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا؟ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کے لیے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر کہیں جا کر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہو سکتی ملتا ہے، پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولا کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟ بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضامندی، جو حقیقی خوشی کا موجب ہے، حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جاتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے تکلیف کی پرواہ نہ کریں، کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اُس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷)

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۶/ مئی ۲۰۱۶ء

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: تقریباً 11 سال پہلے میں یہاں آیا تھا، کئی بچے تھے آج جوان ہو گئے ہوں گے، کئی ایسے ہوں گے جو بچوں کے ماں باپ بن چکے ہوں گے۔

یہاں جماعت پر اللہ تعالیٰ نے بہت فضل فرمایا ہے اور مسجد کے ساتھ ایک بڑا ہال، دفاتر، لائبریری اور دوسری سہولیات مل گئیں۔ اسی طرح مسجد کے سامنے جو مکان لیا تھا اس میں بھی بڑی وسعت پیدا ہو گئی، مشنری کی رہائش گاہ، گیسٹ ہاؤس اور ایک بڑا ہال میسر آگیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں۔ اگر آپ کے گھروں کی آبادیاں، مال بڑھے اور جماعت کو اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمائی ہے تو یقیناً ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

اگر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نیکی ہو تو اللہ تعالیٰ نیکی کا اجر دیتا ہے اور ضرور دیتا ہے؛ اولادیں بھی اس سے فیض پاتی ہیں؛ لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ تمہیں اپنے عمل درست کرنے ہوں گے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا فیض ہمیشہ جاری رہے۔

جن کے بزرگ احمدی ہوئے، ان بزرگوں نے تو اپنے عہد بیعت کو نبھایا اور دنیا سے رخصت ہوئے، اس خواہش اور دعا کے ساتھ رخصت ہوئے کہ ان کی نسلیں بھی عہد نبھانے والی ہوں، پس اس وقت آپ میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اس عہد کو نبھانے والے ہیں یا روایت کے طور پر بڑوں کے دین پر قائم ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اس پر آشوب زمانے جب کہ ہر طرف ذلالت، غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے، تقویٰ اختیار کریں۔ دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی عظمت نہیں ہے، حقوق اور وصایا کی پرواہ نہیں ہے، نہ اپنے ذمہ حق ادا کرتے ہیں اور نہ اپنی وصیتوں کو پورا کرنے والے ہیں، دنیا اور اس کے کاموں میں حد سے زیادہ انہاک ہے، ذرا سا نقصان دنیا کا ہوتا دیکھ کر دین کے حصہ کو ترک کر دیتے ہیں، اس وقت دین مقدم ہونے کی بجائے دنیا مقدم ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں جیسا کہ مقدمہ بازیوں میں یہ باتیں دیکھی جاتی ہیں۔

اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اور اس پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ آتے ہیں وہ صاحبِ اغراض ہوتے ہیں، اگر اغراض پورے ہو گئے تو خیر ورنہ کدھر کا دین اور کدھر کا ایمان، لیکن اگر اس کے مقابلہ پر صحابہؓ کی زندگی پر نظر کی جائے تو ان میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا۔ ہماری بیعت بیعتِ توبہ ہی ہے لیکن صحابہؓ کی بیعت تو سر کٹانے کی بیعت تھی۔ اس زمانے میں تلوار کا جہاد تھا جس کے لئے ہر کوئی ہر وقت تیار تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں یہ زمانہ بھی روحانی لڑائی کا ہے، شیطان سے جنگ شروع ہے، شیطان اپنے تمام ہتھیاروں کو لے کر اسلام کے قلعہ پر حملہ آور ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ شیطان کو شکست دے اور خدا تعالیٰ نے شیطان کی اس آخری جنگ میں اس کو ہمیشہ کے لئے شکست دینے کے لئے اس سلسلے کو قائم کیا ہے، مبارک وہ جو اس کو شناخت کرتا ہے، عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس سلسلے کی سچائی کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن کر کے دکھائے گا۔

۱۳/ مئی ۲۰۱۶ء

الحمد للہ کہ آج اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ سویڈن کو دوسری مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی ہے جس کا نام مسجد محمود رکھا گیا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر میں سب مرد و زن نے ماشاءاللہ بڑے اخلاص کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ ایک بڑا منصوبہ تھا جب کہ یہاں کی جماعت چھوٹی سی جماعت ہے۔ کئی لوگ بے روزگار بھی ہیں، یہاں بوڑھے بھی ہیں، بچے بھی ہیں، خانہ دار عورتیں بھی ہیں لیکن جہاں کمانے والوں نے بڑھ چڑھ کر قربانیاں کی ہیں اور اس مسجد کی تعمیر میں حتی المقدور قربانیاں پیش کی ہیں، وہاں عورتیں اور بچے بھی پیچھے نہیں رہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے لئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی مثال قائم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مالی قربانی کرنے والوں اور ان لوگوں کو بہترین جزا دے جنہوں نے اس مسجد اور اس کمپلیکس کی تعمیر میں کسی طرح بھی حصہ لیا ہے۔ بڑی

خوبصورت مسجد تعمیر ہوئی ہے اور علاقے کے لوگ بھی اس کی تعریف کر رہے ہیں۔ دو دن پہلے اخبار اور ریڈیو کے نمائندے یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضور کو بھی انہوں نے یہی کہا کہ بہت خوبصورت مسجد تعمیر ہوئی ہے اور اس سے علاقے کی خوبصورتی میں اضافہ ہوا ہے۔ قربانی کی روح کا اظہار کس طرح بچوں بڑوں نے کیا، اس کے کچھ واقعات کا حضور نے ذکر کیا۔

آج باہر سے بہت مہمان آئے ہوئے ہیں اس لئے مسجد بھری نظر آرہی ہے لیکن عام حالات میں گنجائش کے لحاظ سے یہ بہت وسیع مسجد ہے۔ پورے ملک کی جماعت بھی جمع ہو جائے تو پھر بھی ہالوں میں نصف جگہ نماز پڑھنے والوں کے لئے خالی رہے گی، پس یہ سویڈن کے احمدیوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنی تعداد بڑھائیں، یہاں کے لوگوں میں اسلام کے بارہ میں غلط فہمیاں دور کریں اور انہیں دور کر کے توحید کی طرف لائیں۔ ان لوگوں سے ہمدردی کا یہ تقاضا ہے اور یہ ان کا حق ہے کہ جو احسان یہاں کے رہنے والوں نے آپ کو جگہ دے کر کیا ہے اس کا بہترین بدلہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب لائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: نماز میں جو جماعت کا ثواب رکھا ہے اس میں یہی غرض ہے کہ وحدت پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہاں تک تاکید ہے کہ جب صف بنا کے کھڑے ہوں تو ایڑیاں ایک سیدھ میں ہوں اور صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ فرمایا: اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں، اور ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کر سکیں، وہ تمیز جس سے خودی اور خود غرضی پیدا ہوتی ہے وہ نہ رہے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ انسان میں یہ قوت ہے کہ وہ دوسرے کے انوار کو جذب کرتا ہے۔

متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلفِ حقوق، ریا، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو، اخلاق رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے مقابلہ میں اخلاق فاضلہ میں ترقی کرے، گندے اور فضول اخلاق اور بد اخلاقیوں کو چھوڑے، عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کو نہ صرف اختیار کرے بلکہ اس میں ترقی کرے۔ لوگوں سے مروت، خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آؤ قطع نظر اس کے کہ وہ اپنا ہے یا پرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے، خدمات کے مقامِ محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے۔

۲۰ر مئی ۲۰۱۶ء

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم اور مومنوں کو شیطان سے بچنے اور اس کے قدم پر نہ چلنے کی ہدایت اور تنبیہ فرمائی ہے۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے، اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مخالف چلتا ہے، ان سے بغاوت کرتا ہے اور ظاہر ہے جو خدا تعالیٰ کا نافرمان ہو وہ اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی وہی کچھ سکھائے گا جو وہ خود کرتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان خود تو جہنم کا ایندھن ہے ہی، اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم کا ایندھن بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر شیطان کو فرمایا ہے کہ تیرے پیچھے چلنے والوں کو جہنم سے بھروں گا۔

بعض دفعہ نیکی کے نام پر، انسانی ہمدردی کے نام پر، ایک دوسرے کی مدد کے نام پر مرد اور عورت کی آپس میں واقفیت پیدا ہوتی ہے جو بعض دفعہ پھر برے نتائج کی حامل بن جاتی ہے، اسی لئے آنحضرت ﷺ ایسی عورتوں کے گھر میں جانے سے منع فرمایا کرتے تھے، جن کے خاوند گھر پر نہ ہوں اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا ہے۔ اسی حکم میں آپ ﷺ نے اصولی ارشاد فرما دیا کہ نامحرم کبھی آپس میں آزادانہ جمع نہ ہوں۔

برائیوں میں سے آجکل ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے، اکثر گھروں کے جائزے لے لیں، بڑے سے لے کر چھوٹے تک صبح فجر کی نماز اس لئے وقت پر نہیں پڑھتے کہ یا تو دیر تک ٹی وی دیکھتے رہے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ صبح آنکھ نہیں کھلی، بلکہ ایسے لوگوں کی توجہ بھی نہیں ہوتی کہ صبح نماز کے لئے اٹھنا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اور اس قسم کی فضولیات ایسی ہیں کہ صرف ایک آدھ دفعہ آپ کی نماز ضائع نہیں کرتیں بلکہ جن کو عادت پڑ جائے ان کا روزانہ کا یہ معمول بن جاتا ہے۔

اس بات کو ہر احمدی گھر کو لازمی اور ضروری بنانا چاہئے کہ تمام گھر کے افراد کم از کم ایم ٹی اے پر خطبہ جمعہ ضرور سنا کریں، اس کے علاوہ کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ ایم ٹی اے کے دوسرے پروگرام بھی دیکھیں۔ جن گھروں میں اس پر عمل ہو رہا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظر آتا ہے کہ پورا گھرانہ

دین کی طرف مائل ہے، بچے بھی دین سیکھ رہے ہیں اور بڑے بھی دین سیکھ رہے ہیں۔ جو بھی اس پر عمل کرے گا، جہاں دینی فائدہ حاصل ہو گا وہاں شیطان سے بھی دوری ہو گی، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی طرف توجہ ہو گی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اور اس کے اعمال کو فاسد بنانے کے واسطے ہمیشہ تاک میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی اس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور کسی نہ کسی طرح فساد ڈالنے کی تدبیر کرتا رہتا ہے۔ مثلاً اگر بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس میں ریاء وغیرہ کا شعبہ فساد کا ملانا چاہتا ہے، تا کہ نماز خالص نہ رہے، ایک امامت کرانے والے کو بھی اس بلاء میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، پس اس کے حملے سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔

۲۷رمئی ۲۰۱۶ء

رسالہ الوصیت میں بھی خلافت کے قیام کی خوشخبری عطا فرما کر حضرت مسیح موعودؑ نے ان باتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی ہدایت فرمائی ہے، چنانچہ رسالہ الوصیت میں ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر تم پورے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف جھکو گے تو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا کہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف اور احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ پروری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی سے پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔

گزشتہ دنوں حضور سکینڈینیوین ممالک کے دورہ پر تھے۔ بعض اخباری نمائندوں نے اور دوسرے پڑھے لکھے لوگوں نے یہ سوال پوچھا کہ تمہارے مقاصد کیا ہیں۔ میں ان کو یہی بتاتا رہا کہ خلافتِ احمدیہ اور جماعتِ احمدیہ کے مقصد وہی ہیں جن کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا تھا اور وہ یہی ہیں کہ بندے کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنے کے لئے پوری کوشش کرنا اور بنی نوع انسان کے حق ادا کرنا۔ اس سے زیادہ ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے کیونکہ آج کی دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا خدا تعالیٰ کو بھول رہی ہے اور عموماً خدمتِ انسانیت کے نام پر خدمت اپنے مفادات حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے جس سے مزید بے چینیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

ایک ڈینش خاتون نے کہا کہ آج سے پہلے وہ اسلام کے بارہ میں صرف منفی باتیں جانتی تھی لیکن آج جو میں نے سنا وہ اچھا اور محبت سے بھرا پیغام تھا۔ میں نے سیکھا کہ آئسس اسلام نہیں ہے اور اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی رکھوالی کرنی چاہئے۔

ایک اور ڈینش مہمان نے کہا کہ ایسے آدمی سے ملی جس نے یہ ثابت کر کے دکھایا کہ میڈیا کے ذریعہ جو اسلام کی تصویر دکھائی جا رہی ہے وہ غلط ہے۔ میں بہت جذباتی اور پر جوش ہو گئی۔ مجھے جہاد کا مطلب سمجھایا گیا۔ میڈیا کی آزادی رائے اور دنیا کے امن کو بر قرار رکھنے کے بارہ میں ان کی باتیں مجھے بہت اچھی لگیں۔

ایک خاتون جو عیسائی پریسٹ ہیں اور ہسپتال میں کام کرتی ہیں، کہنے لگیں کہ میرا یہ خیال درست ہے کہ یہاں مالمو اور یورپ میں لوگ مسلمانوں اور مسجد سے خوفزدہ ہیں اور خلیفہ نے امن کے متعلق اور اس حوالہ سے کہ لوگوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں، بڑی اہم باتیں کیں ہیں۔ انہوں نے ہمیں مسجد کے مقاصد کے بارہ میں بتایا اور میں امید رکھتی ہوں کہ وہ لوگوں کو ان مقاصد کے بارہ میں قائل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مسجد کے مقاصد کا موضوع بہت ضروری تھا اور اس کا ہر لفظ گہرا اور بامعنی تھا۔ تقریر کا بہترین حصہ یہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ انسانیت کو اپنے خالق کو پہچاننا ہو گا اور خدا پر یقین رکھنا ہو گا اور میرا بھی یہی نظریہ ہے۔

احمدیہ خلافت اور یہ نظام ہمیشہ جاری رہنے کے لئے ہے۔ اگر ہم وسائل کو دیکھیں تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اتنی بڑی تعداد تک اسلام کا پیغام پہنچا سکتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے یہ فیصلہ کر لیا ہو کہ اس نے یہ پیغام زمین کے کناروں تک پہنچانا ہے تو پھر ان ترقیات کو کون روک سکتا ہے۔ کوئی دنیاوی طاقت نہیں ہے جو روک سکتی ہے؟

ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو وفا کے ساتھ خلافت احمدیہ کے ساتھ منسلک رکھے اور ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو مزید شان کے ساتھ جلد از جلد پورا ہوتے دیکھیں، آمین۔

۳جون ۲۰۱٦

روزے اسلام کے بنیادی رکنوں میں سے ہیں اور انہیں پورا کرنا بھی ضروری ہے ، روزوں کے متعلق بعض چھوٹے چھوٹے سوال بھی اٹھتے ہیں ، سحری کے وقت کے متعلق، افطاری کے متعلق، بیماری اور مسافر کے متعلق اور اس طرح مختلف سوال ہوتے ہیں۔

جماعت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہر سال لاکھوں لوگ شامل ہوتے ہیں، مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے بھی اور غیر مذاہب میں سے بھی ، مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں بھی بعض احکامات کے بارہ میں بھی مختلف فقہی نظریات ہیں، ان نظریات کے ساتھ وہ جماعت میں آتے ہیں تو بعض باتیں ان میں بے چینیاں پیدا کر دیتی ہیں اور بعض وضاحتیں وہ لوگ چاہتے ہیں۔

بعض بچے سوال کرتے ہیں کہ رمضان اور عید وغیرہ ہم غیر احمدی مسلمانوں سے مختلف وقتوں میں کیوں پڑھتے ہیں یا شروع کرتے ہیں۔ اول تو یہ کوئی اصول نہیں کہ ضرور مختلف ہو اور نہ ہی ہم جان بوجھ کر اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ کئی سال ایسے بھی آئے ہیں جب ہمارے اور دوسروں کے روزے اور عید ایک ہی دن ہوتے ہیں۔ پاکستان میں اور دوسرے مسلمان ممالک میں جہاں رویتِ ہلال کمیٹیاں حکومت کی طرف سے بنی ہوئی ہیں ، جب وہ اعلان کرتی ہیں کہ گواہوں کی موجودگی میں چاند نظر آگیا ہے ، ہم احمدی مسلمان بھی اس کے مطابق روزے رکھتے ہیں اور روزے ختم بھی اس کے مطابق ہوتے ہیں اور عید بھی اس کے مطابق منائی جاتی ہے۔

روزے اس لئے فرض کئے گئے تا کہ مؤمنین کی تنگیاں دور ہوں۔ یہ ایسا نکتہ ہے جو مومن کو مومن بناتا ہے۔ روزہ میں بھوکا رہنا یا دین کے لئے قربانی کرنا انسان کے لئے کسی نقصان کا موجب نہیں بلکہ سراسر فائدہ کا باعث ہے۔ اصل غذا روحانی غذا ہے جو روح کے لئے ہے۔ اگر کھانے کا مقصد صرف پیٹ بھرنا ہے تو وہ صرف نفس کے لئے ہے۔ جب تک خدا کے لئے تکلیف اور مصیبت نہ برداشت کرو تم سہولت نہیں اٹھا سکتے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن کے رمضان میں وزن کم ہونے کی بجائے بڑھ جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے لئے اپنا پیٹ بھرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے نہ کہ ماہِ رمضان۔

حضرت مسیح موعودؑ ان لوگوں کو جو مسافر ہوتے تھے، روزہ افطار کر لینے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم روزہ رکھنے کا ہے ویسا ہی سفر میں روزہ نہ رکھنے کا حکم ہے۔ ایک دفعہ ایک رمضان میں ایک مہمان آپؑ سے ملنے آئے۔ اسے اس وقت روزہ تھا اور دن کا زیادہ حصہ گزر چکا تھا بلکہ شاید عصر کے بعد کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسے فرمایا آپ روزہ کھول دیں۔ اس نے کہا اب تھوڑا سا دن رہ گیا ہے ، اب کیا کھولنا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: آپ سینہ زوری سے خدا تعالیٰ کو خوش کرنا چاہتے ہیں، خدا تعالیٰ سینہ زوری سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے۔

بے خبری سے کھانا کھا لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اس کی کوئی سزا نہیں۔

یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب ان کو کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کروانی چاہئے۔ 12، 13 سال کی عمر سے بچوں کو کچھ روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے لیکن بعض بے وقوف چھ سات سال کے بچوں سے روزہ رکھواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کا ثواب ہو گا۔ اٹھارہ سال کی عمر روزہ کی بلوغت کی عمر ہے اور باقاعدگی سے روزے رکھنے چاہئیں۔ چھوٹی عمر میں بچوں کو روزہ کا شوق ہوتا ہے اور یہ ماں باپ کا کام ہے کہ انہیں روزہ رکھنے سے روکیں اور پھر ایک عمر ایسی آتی ہے کہ اس میں چاہئے کہ بچوں کو جرأت دلائیں کہ وہ کچھ روزے ضرور رکھیں۔

۱۰جون ۲۰۱٦

روزہ کیا ہے؟ یہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک مہینہ اپنے آپ کو ان جائز باتوں سے بھی روکنا ہے جن کی عام حالات میں اجازت ہے ، پس جب اس مہینے میں انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جائز باتوں سے رکنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ناجائز باتوں اور برائیوں کو انسان کرے۔ اگر کوئی اس روح کو سامنے رکھتے ہوئے روزے نہیں رکھتا کہ میں نے یہ دن اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے گزارنے ہیں اور ہر اس بات سے بچنا ہے جس سے بچنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ہر اس بات کو کرنا ہے جس کو کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اگر یہ روح مدنظر نہیں تو یہ روزے بے فائدہ ہیں۔

آج دین کے نام پر نام نہاد علماء مسلمانوں سے ایسے کام کروا رہے ہیں جو مسلمانوں کی مرضی کے سراسر خلاف ہیں اور تقویٰ سے دور ہیں ، وہاں احمدی

خوش قسمت ہیں جنہیں زمانے کے امام اور آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق ہونے کی توفیق ملی، جنہوں نے ہمیں اسلام کی تعلیم کی ہر باریکی سے آگاہ فرمایا۔

تقویٰ کیا ہے اور تقویٰ کا حصول کن کن چیزوں سے ہوتا ہے اور اپنی جماعت کے افراد سے اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کیا توقع رکھتے ہیں، ان باتوں کو سمجھنے اور جاننے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مسیح موعودؑ کے چند حوالے لئے ہیں۔ جس طرح دشمن کے مقابلہ پر سرحد پر گھوڑا ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ دشمن حد سے نہ نکلنے پاوے، اسی طرح تم بھی تیار رہو، ایسا نہ ہو کہ دشمن حد سے نکل کر اسلام کو صدمہ پہنچائے۔ اگر تم اسلام کی حمایت اور خدمت کرنا چاہتے ہو تو پہلے خود تقویٰ اور طہارت اختیار کرو جس سے تم خود خدا تعالیٰ کی پناہ کے مضبوط قلعے میں آسکو اور پھر تمہیں اس خدمت کا شرف اور استحقاق حاصل ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ مسلمانوں کی بیرونی طاقت کیسی کمزور ہو گئی ہے، قومیں ان کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں، اگر تمہاری اندرونی اور قلبی طاقت بھی پست اور کمزور ہو گئی تو پھر تو بس خاتمہ ہی سمجھو۔ خواہ نخواہ کے ظنِ فاسد کرنے اور بات کو انتہا تک پہنچانا بالکل بے ہودہ امر ہے۔ سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، نمازیں پڑھیں، زکوٰۃ دیں، اتلاف حقوق اور بدکاریوں سے باز آئیں۔

یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ جب بعض اوقات ایک شخص ہی بدکاری کا ارتکاب کرتا ہے تو سارے گھر اور شہر کی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے، پس بدیوں کو چھوڑ دو کہ وہ ہلاکت کا موجب ہیں۔ اگر تمہارا ہمسایہ بدگمانی کرتا ہے تو اس کی بدگمانی رفع کرنے کی کوشش کرو اور اسے سمجھاؤ، انسان کہاں تک غفلت کرتا جائے گا۔

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے، خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے، ان تمام آفات سے نجات پاویں۔ اگر کوئی بیمار ہو جاوے تو چاہے اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دکھ نہ اٹھایا جاوے، بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے، کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا پورے منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح گناہ اور معصیت کا بھی ایک داغ ہے۔

۱۷جون ۲۰۱۶

پس صرف رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کی وجہ سے نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے تقویٰ سیکھنے، تقویٰ سے زندگی بسر کرنے اور قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنانے کی کوشش نہ کی جاوے اور جب یہ صورت ہو گی تو اللہ تعالیٰ سے رمضان میں پیدا کیا ہوا تعلق صرف رمضان تک محدود نہیں ہو گا بلکہ مستقل تبدیلی کے آثار ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی بتایا ہے کہ میں قریب ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس مہینے میں شیطان جکڑ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے قریب آجاتا ہے جو خدا تعالیٰ کا قرب محسوس کرنا چاہتے ہیں اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے لبیک کہتے ہیں۔

دعا بھی کسی کام کے کرنے کے لئے چھپا ہوا سبب ہے۔ دعا بذات خود ایک سبب ہے۔ جب دعا قبول ہوتی ہے تو اس کام کے کرنے کے لئے دوسرے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ کسی انسان کو قرض کی ضرورت ہے، پیسوں کی ضرورت ہے، کسی مدد کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ کسی ذریعہ سے اس کو وہ مہیا کر وا دیتا ہے، اس کے لئے آسانیاں پیدا کر وا دیتا ہے۔ آسمان سے تو نہیں ٹپکتی کوئی چیز۔ اگر کسی کو پیسوں کی ضرورت ہے تو آسمان سے نہیں اتریں گے بلکہ کوئی ذریعہ بنے گا اور وہی سبب ہے جو دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنایا۔

اگر ہم دعا کا کام زبان سے کبھی نہ لیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں کہ وہ اگر زبان کو لگ جاویں تو یک دفعہ ہی زبان اپنا کام چھوڑ بیٹھتی ہے، یہاں تک کہ انسان گونگا ہو جاتا ہے، پس یہ کیسی رحیمیت ہے کہ ہم کو زبان دے رکھی ہے۔ ایسا ہی کانوں کی بناوٹ میں فرق آجاوے تو خاک بھی سنائی نہ دے۔ ایسا ہی قلب کا بھی حال ہے۔ وہ جو خشوع و خضوع کی حالت رکھی اور سوچنے اور تفکر کی قوتیں رکھی ہیں، اگر بیماری آجاوے تو سب تقریباً بیکار ہو جاتی ہیں۔ مجنونوں کو دیکھو کہ ان کے قویٰ کیسے بیکار ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ ہم کو لازم نہیں کہ ان خدا داد نعمتوں کی قدر کریں۔

نماز کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے اور دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ بچہ روتا دھوتا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔

الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازے پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے حالات کو اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔

رمضان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثر کی توجہ مسجد کی طرف بھی ہے اور نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف بھی توجہ ہے۔ اس کے ساتھ نوافل کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ ہمیں ترجیح کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی دعائیں کرنی چاہئیں۔ پہلی دعائیں یہی ہیں، دنیاوی دعائیں بعد میں آنی چاہئیں۔ ہماری دنیاوی حاجات پھر اللہ تعالیٰ خود ہی پوری کر دیتا ہے۔

راجہ غالب احمد صاحب اور محترم ملک محمد احمد صاحب کی وفات۔

۲۴ جون ۲۰۱۶

اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمایا کہ میرے بندے میرے حکم کو قبول کریں، وہ حکم جو قرآن کریم میں موجود ہیں، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ دعائیں بھی قبول کرے گا اور رشد بھی حاصل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تاکہ بندے ہدایت پائیں، اور اس ہدایت کی وجہ سے میرے قرب کے نظارے دیکھیں، وہ سیدھے راستے پر چلنے والے ہوں، ان کی راہنمائی ہو، نیکیوں پر چلنے والے ہوں، برائیوں سے بچنے والے ہوں، اپنے مقصدِ پیدائش کو بھی پورا کرنے والے ہوں اور اعلیٰ اخلاق پر چلتے ہوئے ایک دوسرے کے حق بھی ادا کرنے والے ہوں۔ کیا ان چیزوں کی ضرورت صرف رمضان میں ہے؟

عہدیدار جن پر افراد کی نظر ہے اور ان کو منتخب بھی اس لئے کیا ہے کہ ہم میں سے بہتر ہیں، وہ ایک نمونہ ہونے چاہئیں۔ ان کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ صرف رمضان میں ہی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق عبادت پر زور نہیں دینا اور دن ہی نہیں گنتے رہنا کہ باقی بارہ تیرہ دن رہ گئے ہیں اور پھر ہم اپنی پرانی روش پر آ جائیں گے بلکہ یہ کوشش ہو کہ اس رمضان کی تربیت اور مجاہدہ نے ہم میں عبادتوں کی طرف توجہ میں جو بہتری پیدا کی ہے اسے ہم نے مستقل اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص مرکزی نماز کی۔ اگر رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے صبح فجر کی نماز کے لئے جاگنا مشکل ہے تو وہ نماز ایسے شخص کے لئے مرکزی نماز ہے۔ اگر کاروباری آدمی کے لئے ظہر عصر کی نماز پڑھنا مشکل ہے تو یہ اس کے لئے مرکزی نماز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی حفاظت جو کسی چیز کو ضائع ہونے سے بچائے، پس ایک مومن کی وفاداری اسی وقت ہوتی ہے جب وہ ان نمازوں کو وقت پر ادا کرنے والا ہو اور ان کا حق ادا کرتے ہوئے نماز ادا کرنے والا ہو، یہ نہیں کہ جلدی جلدی آئے اور ٹکریں مار کر چلے گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے، جب جوش اور غصہ آتا ہے تو پھر عقل قائم نہیں رہ سکتی لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں، اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص سختی کرتا ہے اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے حکمت اور معارف کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں، وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے۔ پس رمضان میں جب ہم چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں، اس کا قرب ہمیں ملے، اپنی دعاؤں کو قبول ہوتا ہؤا دیکھیں تو ان برائیوں سے بچنے کی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی ہمیں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے تمام احکام پر عمل کرتے ہوئے اس کا قرب حاصل کرنے والے ہوں اور رمضان کے بعد بھی ہم میں یہ نیکیاں قائم رہیں، اللہ تعالیٰ کے حقیقی عابد ہم بنیں اور اسی کی کامل فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہم ہوں۔

مکرم چوہدری خلیق احمد صاحب کی کراچی میں شہادت۔

خلفائے احمدیت کے خطبات کا متن الفضل انٹرنیشنل لندن، الفضل ربوہ اور بدر قادیان کے علاوہ الاسلام ڈاٹ آرگ (alislam.org) پر بھی مہیا ہے۔ الاسلام ڈاٹ آرگ پر ان کے ترجمے اور خلاصے دنیا کی مختلف زبانوں میں تحریری، صوتی اور متحرک تصویری صورت میں مہیا کئے گئے ہیں۔ خطبہ ایم ٹی اے ڈاٹ ٹی وی (mta.tv) اور روکو (Roku) پر بر موقع دیکھا جاسکتا ہے اور دورانِ ہفتہ متعدد بار دوبارہ نشر کیا جاتا ہے۔

امریکہ کے ایک مخلص احمدی برادر محمد صادق صاحب کا ذکر خیر

ان کے قبولِ حق کی روح پرور داستان

عبد الہادی ناصر۔نیویارک سابق لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ

برادر محمد صادق صاحب سرزمین امریکہ کے باسی تھے جن کا ابتدائی مذہب عیسائیت تھا۔ان کا عیسائی نام "ہاورڈ سکاٹ" تھا۔1946ء میں دینِ حق قبول کیا۔امریکہ وہ ملک ہے جہاں دولت اور آسائشوں کی بھرمار ہے اس لئے یہاں کے عوام بڑے فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ملک دنیا کا امیر ترین ملک ہے۔جہاں تک روحانیت کا تعلق ہے اس معاملے میں یہاں روحانیت کا سخت قحط ہے جس کا امریکہ کے دانشوروں نے اپنی کتب میں برملا اظہار کیا ہے کہ ہمارے ملک میں اگر کسی چیز کی کمی ہے تو وہ روحانیت ہے۔ہیلَری کلنٹن، جو ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے صدارت کا انتخاب لڑرہی ہیں، اپنی آٹو بائیو گرافی میں لکھتی ہیں:

"ہم امریکنوں کو خواہ وہ نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہوں یا اونچے طبقے کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں کسی چیز کی کمی نہیں، اگر کوئی کمی ہے تو وہ ر "spirituality" کی کمی ہے، اور یہ احساس مجھے اور زیادہ محسوس ہوا جب میں نے اپنے گھر کو روحانیت سے خالی پایا۔"

ایسے روحانیت کے قحط زدہ ملک میں پیدا ہونے والے اُس شخص کی ایسی روح پرور داستان ہے جس نے دینِ حق کو قبول کرکے نہ صرف اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کیا بلکہ سینکڑوں روحوں کو روحانیت سے روشناس کرایا۔

قارئین !میرا تعلق برادر محمد صادق صاحب سے 27 سالوں سے تھا۔میری پہلی ملاقات اُن سے اُس وقت ہوئی جب میرے بھائی ڈاکٹر بشارت احمد جمیل مجھے جنوری 1969ء میں نیویارک کے کینیڈی ایئرپورٹ پر لینے آئے تھے۔وہ بھی اُن کے ساتھ تھے۔اُن کا غائبانہ تعارف پہلے بھی تھا کیونکہ اُن کے متعلق عزیزم بشارت جمیل نے بہت کچھ بتایا ہوا تھا۔وہ مجھ سے ایسے تپاک سے بغلگیر ہوئے گویا کہ برسوں سے واقف ہوں۔اُن کے متبسم چہرے پر خلوص اور محبت ٹپکتی تھی اور اس خلوص اور محبت کا تعلق مجھ سے اور میرے سارے خاندان سے آخری دم تک قائم رہا۔

برادر محمد صادق صاحب کی عظمت بیان کرنے سے قبل اُن کی ابتدائی زندگی کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں تا کہ قارئین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ کن کن مراحل سے گزر کر اس مقام تک پہنچے۔میں جو کچھ لکھ رہا ہوں انہوں نے یہ واقعات مجھے مختلف اوقات میں سنائے تھے۔جن کو میں اُن کی وفات کے بعد یکجا تحریر کررہا ہوں۔

برادر محمد صادق صاحب نے مجھے بتایا کہ ان کی والدہ بہت حلیم طبیعت کی تھیں اور اپنے مذہب کی بہت پابند تھیں لیکن ان کے والد بہت درشت مزاج تھے۔کثرتِ شراب نوشی نے اُن کو ایسا کردیا تھا۔وہ مذہبی انسان نہیں رہے تھے۔اُن کی درشت مزاجی کی وجہ سے وہ اور ان کا چھوٹا بھائی اکثر والد کی مارپیٹ کی زد میں آتے رہتے تھے۔بُری طرح ہمیں زدوکوب کرتے تھے۔کئی دفعہ ان کی نہایت محبت کرنے والی والدہ بھی ان کے والد کی زد سے نہیں بچتی تھیں۔انہوں نے ابھی ہائی سکول نہیں کیا تھا کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ان کی والدہ نے ان کی پرورش کی۔انہوں نے موسیقی سیکھی اور اس کی مشق میں دِن رات مصروف رہتے تھے۔انہوں نے انجینئرنگ کالج میں بھی داخلہ لیا لیکن حالات کی وجہ سے جاری نہ رکھ سکے۔انہوں نے موسیقی کو ہی ذریعہ معاش بنالیا۔ان کا موسیقی سے شوق بڑھتا رہا اور انہوں نے نیوجرسی کے مختلف بینڈوں کے ساتھ نائٹ کلبوں میں جانا شروع کردیا۔پھر وہ وقت آیا کہ نیوجرسی کے بڑے بڑے راک بینڈوں کے ساتھ جانا شروع کردیا۔اس طرح وہ موسیقی کی دنیا میں کھوگئے۔

انہوں نے بتایا: ایک دن ہمارے بینڈ کے سینئر موسیقار آرٹ بلیکی نے مجھے فون کیا کہ وہ کلب پہنچ گیا ہے اور میں آتے ہوئے اس کی بیوی کو کلب اپنے ہمراہ لے آوں، چنانچہ میں راستے میں مسز آرٹ بلیکی کو لینے کو رُکا تو اُس نے کہا، میں ابھی تیار نہیں ہوئی ہوں، تھوڑی دیر لگ جائے گی، تب تک تم کوئی کتاب لے کر پڑھو۔پھر خود ہی ایک کتاب مجھے دی کہ یہ پڑھ کر دیکھو، کل ہی کسی نے میرے خاوند کو دی تھی۔جب میں نے کھول کر دیکھا تو وہ "لائف آف محمدﷺ" تھی جو صوفی مطیع الرحمٰن بنگالی کی لکھی ہوئی تھی۔

جب کتاب پڑھنی شروع کی تو کچھ صفحات پڑھنے کے بعد میری حالت عجیب ہوگئی اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ جب مسز آرٹ تیار ہو کر باہر آئیں تو اس نے کہا: تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا کہ جو کتاب تم نے دی ہے اس نے مجھے رُلا دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس شخص کی محبت میں گرفتار ہوگیا ہوں۔ اس کی ابتدائی زندگی کے حالات پڑھ کر میں رو پڑا ہوں، اور پھر میں نے اُسے کہا، یہ کتاب مجھے عاریتاً دے دو۔ اُس نے کہا، بڑے شوق سے لے جاؤ۔ جب میں گھر آیا تو میری بیوی مریم نے کہا: تمہیں یاد ہے کہ صبح ہم نے چھٹیوں کے لئے باہر جانا ہے، اس لئے سپر مارکیٹ سے کھانے کی چیزیں لانی ہیں۔ سپر مارکیٹ جاتے ہوئے میں نے مریم کو کہا کہ آج مجھے ایسی کتاب ملی ہے جس کے چند صفحے پڑھ کر میری طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ مجھے اُس شخص سے محبت ہوگئی ہے تو مریم نے کہا کہ مجھے بھی سنانا کہ وہ کیسی کتاب ہے۔ چنانچہ گھر پہنچ کر ہم نے کھانے پینے کا سامان باورچی خانے کی میز پر رکھا اور مریم نے کہا کہ لاؤ وہ کون سی ایسی کتاب ہے جس نے تمہیں اتنا متاثر کیا ہے، چنانچہ میں "لائف آف محمدؐ" لے کر کچن میں ہی بیٹھ گیا اَور میں نے کتاب پڑھنی شروع کی۔ جب میں پڑھتے پڑھتے تھک جاتا تو مریم کتاب پڑھنا شروع کر دیتی۔ جوں جوں ہم پڑھتے گئے دِل پر اثر ہوتا گیا اور ہم نے تہیہ کرلیا کہ ہم اس شخص کے متعلق اور معلومات حاصل کریں گے اور اس کی کریں گے۔ چنانچہ جب ہم نے پڑھا کہ اسلام میں سؤر کا گوشت کھانا منع ہے تو میں اُسی وقت اُٹھا اور کھانے کے سامان میں سوہ چیزیں جو سینڈوچ بنانے کے لئے لائے تھے، کوڑے میں پھینک دیں۔ پھر کتاب پڑھنے میں مشغول ہوگئے اور جب پڑھتے پڑھتے یہ معلوم ہوا کہ شراب بھی حرام ہے تو میں نے شراب وغیرہ اُٹھا کر کوڑے میں پھینک دی اَور ہم نے اُس کتاب کو باری باری صبح ہونے تک پڑھا اور اس طرح ہماری زندگی کی نئی صبح طلوع ہوگئی اور ہم نے مصمم ارادہ کرلیا کہ جس ہستی کو ہم نے پڑھا ہے اب اس کی دل وجان سے پیروی کریں گے۔ کتاب کے آخر میں مشن ہاؤس کا فون نمبر اور پتہ درج تھا۔ ہم نے جماعت احمدیہ کے مبلغ کو فون کیا اور اُن سے ملاقات کا وقت لیا۔ اُن سے مل کر ہم نے یہ کہا کہ ہم نے Life of Mohammad کو پڑھ لیا ہے۔ ہم حضرت محمد رسول اللہؐ کی اتباع کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں بتائیں کہ ہم کس طرح ان کے رکن بن سکتے ہیں تو اُنہوں نے ہمیں کلمۂ شہادت پڑھایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ کہہ کر ہم نے اُن تین خداؤں کو چھوڑ دیا جس کی ہمیں عیسائی ہونے کے ناطے بچپن سے تعلیم دی جاتی رہی تھی اور میں نے اپنا نام محمد صادق تجویز کرلیا اور میں موحد بن گیا۔

میں نے برادر محمد صادق صاحب سے پوچھا: جب آپ نے "لائف آف محمدؐ" پہلی دفعہ مسز آرٹ بلیکی کے گھر پڑھی تو آپ اشکبار ہوگئے تھے۔ اُس وقت کس چیز کو آپ محسوس کر رہے تھے۔ برادر صادق نے کہا: جب میں کتاب پڑھ رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے بہت رحم دل محسوس کیا۔ جو حصہ کتاب کا میں نے کھول کر پڑھنا شروع کیا تھا اس میں خدا کی مخلوق سے ہمدردی اور پیار کا ذکر تھا۔ میں پیار اور محبت کا بھوکا تھا جو ساری زندگی اپنے باپ کی سختی اور سفاکی کی وجہ سے نہ مل سکی۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی نوعِ انسان سے محبت ایسی بھلی لگی کہ میری روح نے محسوس کی۔ جب مسز آرٹ بلیکی نے میرے رونے کا سبب پوچھا تو میں نے اُسے یہی کہا کہ مجھے اس کتاب نے رُلا دیا ہے اَور مجھے اس شخص کے ساتھ جس کے متعلق یہ کتاب ہے اُس کا عاشق بنا دیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہم امریکن مرد کبھی رویا نہیں کرتے۔ ایسی رقت کبھی بھی اس سے پہلے مجھ پر طاری نہ ہوئی تھی۔

برادر محمد صادق نے مجھے کہا کہ وہ چیزیں جو اسلام نے حرام قرار دیں ہَیں اُن سے یک دم کنارہ کشی کرلی۔ یہ خدا تعالیٰ کا محض فضل تھا کہ وہ بری عادت جس کو چھوڑنے کے لئے لوگ ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں، خدا نے مجھے وہ قوتِ ارادی بخشی کہ جب میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا تو وہ میری روح میں تحلیل ہوگیا اور اُس کے بعد آج تک میں نے حرام چیزوں کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔

پھر مجھے یہ علم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیقی کو پسند نہیں فرمایا تو میں نے یہ خیال کیا کہ میرا پیشہ موسیقی ہے اور پھر امریکہ میں موسیقی کے پیشے کے ساتھ بہت سی قباحتیں جڑی ہوئی ہیں تو پھر میرے ضمیر نے ملامت کی کہ تونے تو عہد کیا تھا کہ تو اب ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر چلے گا تو یہ وقت ہے کہ اَب اپنے اُس موسیقی کے پیشے کو جس کو تونے اپنی زندگی کا سہارا بنایا ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی خوشنودی کی خاطر ہمیشہ کے لئے ترک کر دے۔ لہٰذا میں نے اپنے بینڈ کو فون کیا کہ میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ میں آج سے اپنے موسیقی کے پیشے کو ترک کرتا ہوں۔ یہ سن کر راک موسیقی کے تمام بڑے بڑے فنکار میرے گھر سمجھانے کے

لئے آئے۔ کہنے لگے کہ لگتا ہے کہ تم پاگل ہوگئے ہو۔ اب جب کہ تم موسیقی کی بڑی محفلوں میں جانے لگے ہو اور تم علاقے کے جانے پہچانے میوسیقار ہو اور تم چار صد ڈالر صرف ایک رات کی موسیقی کی محفل سے کمار ہے ہو، اگر تم اپنا پیشہ چھوڑ دو گے تو اس کے علاوہ تم کون سا پیشہ اختیار کرو گے؟ لہٰذا تم اپنا فیصلہ بدلو اور کل سے اپنا کام شروع کر دو۔ میں نے اُن کو کہا کہ اب میں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ میں تین خداؤں کو نہیں مانتا۔ اب میں ایک خدا کو مانتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا نبی مانتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیشہ پسند نہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اس پیشہ کو ترک کرتا ہوں۔

موسیقی کے پیشہ کی وجہ سے میں بہت خوشحال تھا۔ جب میں نے موسیقی کے پیشہ کو چھوڑ دیا تو میں نے سپر مارکیٹ میں کام کرنا شروع کیا۔ ہفتے کے چالیس ڈالر ملے۔ یہ 1946ء کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں گزارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ پینٹ کرنے والوں کو کچھ زیادہ ڈالر ملتے ہیں تو میں نے پینٹر کے پیشہ کو اختیار کر لیا۔ گو اس میں مشقت بہت ہے لیکن مجھے یہ سکون تھا کہ میں اپنے آقا کو ناراض نہیں کر رہا۔ اُن کی محبت کی خاطر تمام زندگی اسی پیشہ میں گزار دی اور اسی پیشہ سے پینشن لے کر اب ریٹائر ہو گیا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے اپنے اُس عہد کو نبھایا جو میں نے آج سے 55 سال پہلے (Life of Mohammad) لائف آف محمد پڑھتے وقت کیا تھا کہ اب سے میں اِس شخص کی تعلیمات پر چلوں گا۔

جب میں نے کلامِ پاک کو خرید کر پہلی دفعہ قرآن کو کھولا تو وہ ال عمران کی آیت 104 تھی جس پر میری نظر پڑی جو یہ تھی: "۔۔۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اُس نے تمہیں بچا لیا" (ال عمران 104)۔ اس آیت کو پڑھ کر مجھے اطمینان ہو گیا کہ یہی دینِ حق ہے جس کا خدا تعالیٰ نے مجھے پیغام دیا ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد اُن پر رقت طاری ہو گئی اور مجھے کہنے لگے کہ برادر ناصر، تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ میں نے آنحضرتؐ کی پیروی کر کے کیا کچھ پایا ہے اور خدا نے مجھے سکونِ قلب عطا فرمایا جو کہ میں اپنی خوشحال زندگی میں بھی نہ پا سکا۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھ جیسے انسان کو نوازے گا۔

پھر اُنہوں نے مجھے کہا کہ جب تک میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ میں کیا تھا تم اندازہ نہیں لگا سکو گے۔ پھر انہوں نے اپنی زندگی کی روداد رُندھی ہوئی آواز میں سنانی شروع کی اور سناتے سناتے ان کے آنسوؤں کے بند ٹوٹ گئے اور کہا کہ تم جو امریکنوں میں برائیاں دیکھتے ہو وہ مجھ میں موجود تھیں اور پھر میرا پیشہ بھی موسیقی تھا۔

میری بیوی پاک باز خاتون تھی جس کی میں قدر کرتا ہوں۔ اپنی زندگی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ایک دِن اپنی بیوی مریم کو کہا کہ مریم تم اتنی اچھی ہو کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں طلاق دے دوں اور تم کسی اچھے شریف انسان کو دیکھ کر شادی کر لو تاکہ تمہاری زندگی اطمینان سے گزرے۔ یہ سُن کر وہ رو پڑی اور ایک جملہ کہا، وہ یہ تھا: "جب میں نے تم سے شادی کی تھی تو تمہاری نظر میں میں نے ایک چمک دیکھی تھی۔ میں پھر تمہاری آنکھوں میں وہی چمک دیکھنے کا انتظار کروں گی۔"

"لائف آف محمد" پڑھنے کے بعد میں نے اور مریم نے دینِ حق کو قبول کر لیا۔ ہم نے جماعت احمدیہ کے مبلغ سے نماز پڑھنی سیکھی، اس کا ترجمہ سیکھا، اور باقاعدہ پانچ وقت نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ ہمارے مبلغ نے کہا کہ اگر ہو سکے تو رات کے آخری پہر اُٹھ کر تہجد پڑھا کرو۔ ہم نے بلاناغہ اُٹھ کر تہجد پڑھنی شروع کر دی۔ 1946ء سے لے کر اب تک یعنی 55 برس ہو گئے مَیں نے نہ کوئی نماز چھوڑی ہے اور نہ ہی تہجد۔ میں اور مریم دونوں تہجد کے لئے اُٹھتے ہیں۔ پھر میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دعائیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس طرح میں سکون محسوس کرتا ہوں۔ ہماری زندگیوں میں ایک گونہ انقلاب آ گیا۔ ایک دِن مریم نے مجھے کہا کہ صادق تمہیں یاد ہے کہ کئی سال پہلے میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں نے شادی کرتے وقت تمہاری آنکھوں میں ایک چمک دیکھی تھی، میں اس چمک کا انتظار کروں گی۔ آج میں نے تمہاری آنکھوں میں وہ چمک دیکھی ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ بلکہ اب تمہاری نظروں میں چمک پہلے سے بھی بڑھ کر ہے۔

برادر صادق نے یہ بتاتے ہوئے کہا کہ دینِ حق کی تعلیم ایسی کامل ہے کہ جو بھی اس کو اپنا لیتا ہے، اُس کی زندگی میں تغیر آ جاتا ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں برادر یوسف لطیف کا ایک واقعہ سنایا کہ باوجود موسیقی کے پیشے میں رہتے ہوئے اُنہوں نے اپنے آپ کو دینِ حق کا پابند بنا لیا تو اُن کی شخصیت میں نمایاں فرق آ گیا۔ برادر یوسف لطیف جاز موسیقی میں تمام امریکہ میں بہت بڑے موسیقار جانے جاتے تھے۔ انہوں نے موسیقی میں ڈاکٹر کی ڈگری حاصل

کی اور امریکہ کی یونیورسٹی میں موسیقی کے پروفیسر بنائے گئے۔ یورپ میں بڑے بڑے کانسرٹ میں بلائے جاتے تھے، موسیقی کی بڑی بڑی محفلیں ہوتی تھیں۔

برادر صادق مجھے بتارہے تھے کہ ایک دفعہ ڈنمارک میں کانسرٹ میں گئے۔ رات گئے کانسرٹ ہوتا رہا۔ کانسرٹ ختم ہونے کے بعد ایک یورپین نوجوان خاتون اُن کو آکر ملی اور اُن سے سوال کیا کہ میں نے آج رات سب موسیقاروں کو دیکھا ہے لیکن جو سکون اور اطمینان آپ کے چہرہ پر میں نے نمایاں دیکھا ہے وہ دوسرے موسیقاروں میں نہیں دیکھا۔ کیا آپ کو موسیقی نے سکون بخشا ہے؟ برادر یوسف لطیف نے کہا کہ یہ موسیقی کا کوئی اثر نہیں اور نہ کوئی کمال ہے بلکہ اس سکون کا سبب خدا تعالیٰ کی عبادت ہے جس سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے، خاص طور پر رات کی عبادت جس میں ہم لوگ خدا سے باتیں کرتے ہیں۔ جب میرے ساتھی موسیقی محفل کے بعد فارغ ہوجاتے ہیں تو وہ پارٹیوں میں شامل ہوجاتے ہیں لیکن میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں جاکر نماز میں مشغول ہوجاتا ہوں۔ پھر اُس خاتون کو کہا کہ اگر آپ اس مذہب کے متعلق مزید جاننا چاہتی ہیں تو ڈنمارک میں ہمارا مشن ہاؤس ہے اور اُس کو مشن ہاؤس کا پتہ دیا کہ وہاں جاکر امام کو ملیں۔ مزید معلومات کے بعد ان کو دینِ حق کو قبول کرنے کی توفیق ملی۔

برادر محمد صادق صاحب کے ساتھ ملاقات ہر جمعہ پر ہوتی اور پھر اتوار کو مشن ہاؤس نیویارک میں ہوتی۔ اس کے علاوہ اکثر اختتامِ ہفتہ پر اُن کے گھر اُن سے ملنے کے مواقع ملے جس میں انہوں نے اپنے بیتے ہوئے حالات سنائے تھے۔ اُنہوں نے نیویارک جماعت کی ابتدائی تاریخ کا بھی ذکر کیا کہ ہم نے ہارلم میں 130 سٹریٹ پر مشن ہاؤس کرائے پر لیا ہوا تھا۔ ہارلم (Harlem) وہ علاقہ ہے جہاں افریقی امریکی رہتے ہیں۔ اس علاقے میں بہت جرائم ہوتے ہیں۔ 1948ء میں چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اقوامِ متحدہ (U.N.O.) میں حکومت پاکستان کی نمائندگی کرنے آیا کرتے تھے۔ جمعہ کی نماز ہمارے ہارلم کے مشن میں ادا کرتے تھے۔ خطبہ وہی دیتے تھے۔ ایک دن چوہدری صاحب نے ہمیں بتایا کہ اُن کے شوفر نے اُنہیں کہا کہ آپ اس علاقہ میں نہ آیا کریں کیونکہ یہ بہت جرائم والا علاقہ ہے اور یہاں کے لوگ اچھے نہیں، جس پر چوہدری صاحب نے اسے کہا: They are my buddies، یہ میرے یار بیلی ہیں۔

میں جب نیویارک آیا تو اُن دنوں مشن ہاؤس آر چرڈ ایونیو نیویارک پر تھا۔ برادر محمد صادق نیوجرسی میں رہتے تھے جس کا فاصلہ نیویارک کے مشن ہاؤس سے 45 میل کا تھا۔ میں نے ایک دن اُن سے پوچھا کہ آپ ہر جمعہ کے دِن اتنا فاصلہ طے کرکے آتے ہیں اور پھر اتوار کو بھی آتے ہیں اور سالہا سال سے آرہے ہیں تو آپ تھک تو نہیں جاتے؟ برادر محمد صادق نے کہا کہ خدا تعالیٰ کی ملاقات کے لئے کیسا تھکنا۔ میں سارا راستہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے آتا ہوں۔ بڑا مزہ آتا ہے اور سفر کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اس ضمن میں انہوں نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ جمعہ کے بعد میں نیویارک سے نیوجرسی جارہا تھا۔ جب میں ہالینڈ ٹنل میں پہنچا تو میری نظر گیس (پٹرول) کی سوئی پر پڑی تو دیکھا کہ وہ سوئی زیرو پر تھی۔ خوف پیدا ہوا کہ اگر یہ ٹنل میں کھڑی ہوگئی تو ساری ٹریفک رُک جائے گی۔ میں نے دیکھا کہ میرا بٹوا گھر رہ گیا ہے جس میں نقدی اور کریڈٹ کارڈ رکھے ہوئے تھے۔ یہ جان کر میری پریشانی اور بڑھ گئی۔ تو میری زبان پر رَبِّ كُلُّ شَيءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرنِي وَارْحَمنِي کی دعا جاری ہوگئی۔ میں ٹنل کے درمیان پہنچا تو اچانک 20 ڈالر کا نوٹ میری کار کی کھڑکی میں اُڑ کر میرے اوپر گرا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کہاں سے اور کس طرح سے اڑ کر آیا۔ میرے دِل نے گواہی دی کہ تیری دعا کا جواب ہے۔ چنانچہ ٹنل سے نکلتے ہی گیس سٹیشن سے گیس کی ٹینکی بھروائی اور خدا تعالیٰ کی اس مدد کو دیکھ کر میرا دِل خدا کے پیار سے اس قدر بھر گیا کہ اُس کے شکر میں اور اُس کی حمد سے میری آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں۔ جب بھی میرے ذہن میں یہ واقعہ آتا ہے تو خدا تعالیٰ پر مجھے اور پیار آتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اَن گنت مجھ سے ایسے ہی سلوک کئے ہیں جن کا اثر میری زندگی پر ہوا ہے۔

آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ نیویارک کے اکثر کالجوں میں انہوں نے اپنا تعارف کرایا ہوا تھا جہاں انہیں لیکچرز کے لئے بلایا جاتا تھا۔ ایک دفعہ یارک کالج نیویارک نے اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لیکچر کے لئے بلایا۔ میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ آپ نے 25 منٹ کا لیکچر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر دیا جس کا طلباء پر بہت اثر ہوا۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ لیکچر کے بعد طلباء برادر محمد صادق صاحب کے گرد جمع ہوگئے۔ ہر کوئی ہاتھ ملاتا، اکثر گلے ملتے اور ہر کوئی کہتا کہ اتنا اچھا لیکچر پر افٹ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم نے آج تک نہیں سُنا تھا۔

اکثریت اُن طلباء کی تھی جو سفید فام تھے۔ لیکچر سننے کے بعد برادر محمد صادق صاحب کو گلے ملتے تھے۔ برادر صادق تقریر کرتے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل گداز واقعات کا ذکر کرتے تو اُن پر رقت طاری ہو جاتی۔ بعض طلباء نے کہا کہ ہم نے کبھی ایسا مقرر نہیں دیکھا کہ جس کی آواز اس کے دِل سے نکل رہی ہو اور جس ہستی کے متعلق وہ بیان کر رہے تھے یقیناً وہ ایسے ہوں گے جیسے وہ اپنے دِلی محبت کے ساتھ بیان کر رہے تھے۔

یہ عجیب بات تھی کہ سفید فام طلباء ایک ایسے شخص سے محبت کا اظہار کر رہے تھے جو افریقی امریکی تھا۔ عموماً سفید فام لوگوں کا معاملہ افریقی امریکیوں سے اچھا نہیں ہوتا لیکن برادر صادق کا لیکچر سن کر وہ مسحور ہو گئے تھے۔ لیکچر پر جانے سے قبل انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کی پچاس کاپیاں ساتھ لے کر جانے کو کہا۔ تقریر کے بعد جب طلباء بڑی عقیدت سے مل رہے تھے، اُن کو وہ کتاب دیتے ہوئے کہتے کہ یہ میری طرف سے آپ کو تحفہ ہے۔ اس طرح کے بیسیوں لیکچر آپ نے نیویارک اور نیوجرسی کے کالجوں میں دیئے تھے۔

اگر میں بردار محمد صادق صاحب کی اہلیہ کا تذکرہ نہ کروں تو مضمون ادھورارہ جائے گا۔ میں اُن کو سسٹر مریم کہا کرتا تھا۔ سسٹر مریم جب پہلی مرتبہ ملیں تو کہنے لگیں کہ دیکھو تم دو بھائی اپنی والدہ سے بچھڑ کر اس ملک میں آئے ہو، تم یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا یہاں کوئی نہیں ہے۔ میرے گھر کو اپنا گھر سمجھنا اور مجھے ماں ہی سمجھنا۔ یہ الفاظ اُنہوں نے محض رسماً نہیں کہے تھے۔ بلکہ اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ واقعی اُن کی محبت ہم سے مادرانہ تھی۔ اُنہوں نے ہم دونوں بھائیوں کو یہ تاکید کی تھی کہ ہر اختتامِ ہفتہ ہمارے گھر نیوجرسی آکر گزارنا ہے اور ایک دِن پہلے ہمیں فون کر دیتیں کہ کل تم کس وقت آرہے ہو۔ لہٰذا اکثر ہم اختتامِ ہفتہ پر اُن کے ہاں چلے جاتے۔ ہمارے پہنچنے تک لنچ تیار کر لیتیں۔ اُن کو علم تھا کہ ہم پاکستانی کھانا پسند کرتے ہیں۔ کوشش کرتیں کہ ہماری پسند کا کھانا ہو اور اُس کے ساتھ تھوڑا سا امریکی کھانا بھی تیار کرتیں اور کہتیں کہ یہ امریکی کھانا اس لئے تیار کرتی ہوں کہ تم نے اس ملک میں رہنا ہے لہٰذا تمہیں کچھ امریکی کھانے کا بھی تجربہ ہو۔

اگر کسی اختتامِ ہفتہ کا ناغہ ہو جاتا تو اُن کا فون آجاتا کہ تم اپنے گھر کو بھول گئے ہو اور آئندہ اختتامِ ہفتہ پر آنے کا وعدہ لیتیں۔ ایک دفعہ جب ہم اختتامِ ہفتہ پر پہنچے تو سسٹر مریم نے مسکراتے ہوئے ہم سے پوچھا کہ بتاؤ آج میں نے تمہارے لئے کیا پکایا ہے۔ چنانچہ ہم نے اندازہ لگاتے ہوئے کچھ کھانوں کا ذکر کیا تو کہنے لگیں کہ آج میں نے تمہارے لئے پراٹھے پکائے ہیں۔ میں نے حیران ہو کر اُن سے پوچھا کہ کیا آپ کو پراٹھے بھی پکانے آتے ہیں۔ تو اُنہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو پراٹھے پسند ہیں تو میں نے خاص طور پر پراٹھے پکانے سیکھے کیونکہ اکثر اوقات وہ ہمیں ملنے کے لئے یہاں آیا کرتے تھے، اور کہا کہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب چوہدری صاحب 1948ء میں اقوامِ متحدہ U.N.O میں آیا کرتے تھے۔ اس کے بعد بھی جب بھی U.N.O اقوامِ متحدہ کے اجلاسوں میں پاکستان کی نمائندگی کرنے آتے تھے تو ہمارے گھر بھی تشریف لاتے تھے۔ میں نے حیرانی سے سسٹر مریم سے پوچھا: کیا وہ اس گھر میں آیا کرتے تھے؟ کیونکہ اُن کا گھر کافی پرانا تھا تو اُنہوں نے کہا کہ میرا گھر اُن کے شایانِ شان نہ تھا اور میری بیٹھک کا قالین بھی پرانا تھا۔ کچھ جگہوں سے تھوڑا پھٹا ہوا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ یہیں اوپر چادر بچھا کر تکیہ رکھ کر ذرا لیٹ جایا کرتے تھے، اور کہنے لگیں کہ تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ چوہدری صاحب کتنی سادہ طبیعت رکھتے تھے اور ہم جیسوں کی دلداری کی خاطر آپ تشریف لاتے تھے اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر ہم سے سلسلہ کی باتیں کرتے تھے۔

اُن ہی دنوں کی بات ہے کہ میں لجنہ نیویارک کی صدر تھی۔ لجنہ اماء اللہ کا سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ منعقد ہونا تھا میں نے بہت سی غیر مسلم عورتوں کو مدعو کیا ہوا تھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لیکچر دینے کے لئے چوہدری ظفراللہ خان صاحب سے درخواست کی جو اُنہوں نے بخوشی قبول فرمائی۔ جلسہ کی صدارت میں کر رہی تھی۔ میں نے چوہدری صاحب کا تعارف کرایا اور یہ الفاظ کہے کہ اب میں برادر چوہدری ظفراللہ خان صاحب سے درخواست کرتی ہوں کہ تشریف لائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ جب چوہدری صاحب تقریر کرنے کے لئے تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ قبل اس کے کہ میں اپنی تقریر کروں میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور فرمایا کہ جس طرح سسٹر مریم نے میرا تعارف کرایا ہے مجھے بہت اچھا لگا۔ ہزاروں مرتبہ دنیا بھر میں کسی نہ کسی القاب سے میرا تعارف کرایا گیا۔ لیکن آج جس خلوص سے سسٹر مریم نے مجھے برادر کہہ کر تعارف کرایا

ہے مجھے اُن تمام القابات سے اچھا لگا کہ اس لفظ میں کس قدر خلوص اور تقدس پایا جاتا ہے اور مجھے بے حد پسند آیا ہے۔

سسٹر مریم ہمارے سارے خاندان کی خبر رکھتی تھیں۔خاص طور پر میری والدہ سے عقیدت رکھتی تھیں جو ان دنوں پاکستان میں رہتی تھیں۔اکثر میری والدہ کی باتیں سن کر بہت خوش ہوتی تھیں۔اُن کو علم تھا کی میری اہلیہ نیویارک آنے والی ہَیں تو کہنے لگیں کہ میں تمہاری بیوی کا ائیرپورٹ جا کر استقبال کروں گی۔جب میری اہلیہ نیویارک آئیں تو ان دنوں میں وہ بیمار تھیں۔وہ نہ آسکیں۔کچھ دنوں کے بعد میں نے سوچا کہ خود جا کر سسٹر مریم کو مل آئیں۔مجھے معلوم تھا کہ وُہ گھر ہی ہوتی ہیں لہٰذا اُن کو حیران کرنے کی خاطر فون نہ کیا۔اُن کے گھر نیو جرسی پہنچ گئے۔جب ہم وہاں پہنچے تو علم ہوا کہ وہ گھر نہیں ہَیں۔اُن کے پڑوسی نے ہمیں وہاں دیکھ کر کہا کہ آپ مریم کو ملنے آئے ہَیں تو وہ ہسپتال میں ہَیں۔اُن سے ہسپتال کا پتہ لے کر ہم ہسپتال کو چل پڑے جو کہ اُن کے گھر سے کافی دور تھا۔جب ہم ہسپتال کے استقبالیہ میں پہنچے تو وہاں برادر محمد صادق صاحب ٹہل رہے تھے۔جب اُن کی نظر ہم پر پڑی تو حیران ہو گئے اور کہا کہ میں نے کسی کو بھی مریم کے ہسپتال میں داخل ہونے کی خبر نہیں دی تھی کیونکہ مریم نہیں چاہتی تھیں کہ اُس کی بیماری کا علم کسی کو ہو۔سسٹر مریم کو کینسر ہو گیا تھا۔جس کا اُنہوں نے کسی سے بھی ذکر نہیں کیا تھا۔وُہ ہسپتال کی گیارہویں منزل پر تھیں۔برادر صادق صاحب نے کہا کہ میں تمہیں دیکھ کر اس لئے حیران ہوا ہوں کیونکہ چند منٹ پہلے مریم کو بہت بے چینی تھی اور مجھے کہہ رہی تھی کہ صادق نیچے جاؤ کیونکہ برادر ناصر نے آنا ہے، کہیں وُہ پریشان نہ ہو رہا ہو۔میں نے مریم کو کہا کہ ہم نے کسی کو اطلاع نہیں کی کہ ہم اس ہسپتال میں ہیں، پھر برادر ناصر کو کیسے علم ہو گیا ہے؟نہ تمہیں اطلاع ہے نہ مجھے اطلاع ہے۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وُہ آیا ہو اور پریشان ہو؟مریم نے پھر بہت غصہ سے کہا کہ صادق تم نیچے کیوں نہیں جاتے۔میں یہ سمجھا کہ بیماری کی وجہ سے اس کے ذہن پر اثر ہوا ہے، اس لئے یہ کہہ رہی ہے۔لہٰذا میں مریم کی تسلی کی خاطر نیچے آ گیا ہوں اور اس بات پہ حیران ہوں کہ واقعی تم آ گئے ہو۔سسٹر مریم مجھے اور اہلیہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ میری خواہش تھی کہ میں ائیرپورٹ پر تمہارا استقبال کرتی۔مجھے تمہاری بیوی سے ملنے کی بہت خواہش تھی۔ہماری سسٹر مریم کے ساتھ یہ ملاقات آخری تھی کیونکہ پھر اسی شام ہم سے بچھڑ گئیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اُن کی ملنے کی خواہش کو جانتے ہوئے ہمارے دِلوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ اچانک ہم اُن کو حیران کرنے کی خاطر چل پڑے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ Telepathy ٹیلیپاتھی تھی، تعلق ذہنی تھا، جس کا مطلب ہے کہ ذہن کا اثر بلا کسی مادی وسیلہ کے دوسرے ذہن پر ہوتا ہے۔

برادر محمد صادق صاحب اور سسٹر مریم کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ اُنہوں نے دو لڑکوں اور ایک لڑکی کو اُن کی پیدائش کے وقت ہی اپنی گود میں لے لیا تھا۔اُن کو مادرانہ محبت اور شفقت سے نوازا۔اُن کو کبھی بھی یہ معلوم نہ ہونے دیا کہ وُہ ان کی حقیقی اولاد نہیں ہیں۔اُن بچوں کو پہلی دفعہ اُس وقت معلوم ہوا جب اُن کی یہ مادرِ مہربان اُن کو چھوڑ کر جا رہی تھیں۔اُن بچوں کی عمریں اس وقت 14 سال 12 سال 9 سال کی تھیں۔سسٹر مریم کی وفات پر برادر محمد صادق صاحب جب اپنی اہلیہ کے اوصاف بیان کر رہے تھے۔تو شدت جذبات سے سسٹر مریم کے بارے میں یہ بھی ذکر کر دیا کہ جن بچوں کی مریم نے پرورش کی تھی وہ اُن کی حقیقی اولاد نہیں تھی تو اُن بچوں کو پہلی دفعہ اصل حقیقت کا علم ہؤا۔میں سسٹر مریم کے ان بچوں سے پیار و محبت کا خود گواہ ہوں کہ وُہ اُن کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھتی تھیں۔اس کے علاوہ میں نے دیکھا تھا کہ نیویارک میں نوجوان احمدی جب پاکستان سے آتے تھے اُن کا سلوک اُن کے ساتھ ایک ہمدرد ماں کا سا ہوتا تھا۔ان کے اس سلوک پر رشک آتا تھا۔

برادر محمد صادق صاحب کا خلفاء جماعت احمدیہ سے ذاتی تعلق

محمد صادق صاحب کا تعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بیعت کرنے کے بعد بذریعہ خط و کتابت رہا جیسا کہ اُنہوں نے مجھے بتایا تھا کہ 1946ء میں پہلی مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وہ کتب جن کا ترجمہ انگریزی میں ہو چکا ہے پڑھنے کا موقع مِلا۔جوں جوں اُن کا مطالعہ کرتا رہا اُن کی محبت بڑھتی چلی گئی۔

برادر جلال عبداللطیف، جنہوں نے 1969ء میں اسلام قبول کیا تھا، برادر محمد صادق صاحب سے بہت متاثر تھے۔اُنہوں نے بتایا کہ اکثر احمدی 1975ء کے جلسہ سالانہ کے لئے امریکہ سے ربوہ گئے تھے اُن میں سے ایک میں بھی تھا۔برادر محمد صادق میرے ساتھ تھے۔جلسہ کے دنوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے تمام امریکنوں کو اپنے فارم ہاؤس میں دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا۔ہم صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔اُس صحن میں چند لوگ کنواں کھود رہے تھے۔ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ لوگ احمدی نہیں ہیں۔وُہ لوگ ہمارے آنے پر

ہمیں بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے تو حضور نے اُن لوگوں کو بتایا کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں تو میں یہ سمجھا کہ آپ اُن لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احمدیت دنیا کے دور دراز ملکوں میں پہنچ گئی ہے۔ حضور نے برادر محمد صادق کو فرمایا کہ آپ مجھے قرآن سنائیں۔برادر محمد صادق کو قرآن کریم کی بہت سی لمبی سورتیں یاد تھیں۔اُنہوں نے قرآن کریم کو بڑے درد سے سنایا جس کو سن کر حضور بہت خوش ہوئے۔

اس طرح برادر محمد صادق صاحب کا ذاتی تعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ بھی تھا۔ جب بھی آپ امریکہ کے دورے پر تشریف لاتے تو برادر محمد صادق حضور کے ساتھ ملاقات کے لئے حاضر ہوتے۔ڈاکٹر کریم اللہ صاحب زیروی جو برادر محمد صادق کے دیرینہ دوست تھے، اکثر اُن کو مسجد میں لے کر آیا کرتے تھے۔اُنہوں نے بتایا کہ جب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ (Willingboro)وِلِنگ بُرو نیو جرسی کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے تھے تو حضور نے مجھے بلا کر فرمایا کہ برادر محمد صادق کے پاس جو دور بیٹھے ہوئے ہیں ایک اینٹ اُٹھا کر لے جاؤ اور اینٹ کو اُن کے ہاتھ میں رکھ کر لے آؤ۔لہٰذا میں اینٹ کو اُٹھا کر برادر محمد صادق کے پاس لے گیا اُنہوں نے دعا کر کے اینٹ دی جو بنیاد میں لگائی گئی۔اُن دنوں برادر محمد صادق کی بینائی جاتی رہی تھی۔اس لئے حضور نے مجھے اینٹ اُن کو دینے کے لئے کہا۔اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دل میں برادر محمد صادق کی کتنی قدر تھی۔

ایک دفعہ برادر محمد صادق برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے لئے گئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے پرجوش خطاب کے دوران حاضرین جلسہ نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔برادر محمد صادق نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔اُن کی آواز کو خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پہچان لیا۔ آپ نے اپنے خطاب کو روکتے ہوئے فرمایا کہ ابھی جو آواز میں نے سنی ہے وہ ایک فرشتے کی آواز ہے، اور یہ صدا دِل کی گہرائیوں سے نکلی ہے۔یہ برادر محمد صادق کی آواز ہے۔اُس وقت شیخ مبارک احمد صاحب جو اُس وقت امریکہ کے امیر اور مشنری انچارج تھے، برادر محمد صادق کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، برادر محمد صادق کو کھڑا کیا۔.M.T.A نے اپنے کیمروں کا رخ ان کی طرف کیا۔اس طرح حاضرین جلسہ کے ہزاروں لوگوں نے اُن کو دیکھا، بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خطاب کو اکناف عالم کے سننے والے احمدیوں نے اس فرشتہ سیرت انسان کو دیکھا۔ جس کے نعرہ تکبیر نے خلیفہ وقت کو مسحور کر دیا تھا اور فرمایا کہ یہ ایک فرشتے کی آواز ہے جو دِل کی گہرائیوں سے نکلی ہے۔

برادر محمد صادق صاحب 1975ء کے جلسہ سالانہ پر پہلی مرتبہ ربوہ گئے، پھر قادیان کی زیارت کے لئے بھی گئے۔جب آپ واپس آئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کے جلسہ سالانہ کے متعلق کیا تاثرات ہیں تو آپ نے کہا کہ ربوہ میں جلسہ سالانہ پر آنے والے میرے احمدی بھائیوں نے جو محبت عطا کی اُسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔باوجود زبان نہ جاننے کے اُن کی آنکھیں زبان بنی ہوئی تھیں۔ مسکراتے ہوئے چہرے اور پرجوش معانقے دلوں کی محبت کا حال سنا رہے تھے۔ چند قدم چلتے تھے تو ایک ہجوم مصافحہ کرنے کے لئے رک جاتا۔ اسی طرح قادیان کی زیارت کے دوران یہاں کے لوگوں کا بھی یہی حال تھا۔وُہ تمام چہرے جو میں نے وہاں دیکھے اُن میں کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی حالانکہ وہاں مختلف ممالک کے احمدی جمع تھے۔اُن سب سے مل کر میں فخر محسوس کر رہا تھا کہ ہماری فیملی اتنی وسیع ہے۔پھر میری توجہ مسیح موعود علیہ السلام کی طرف گئی کہ آپ نے جلسہ سالانہ پر آنے والوں کو دعا بھی دی ہے اور جلسہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ احمدی جلسہ پر اکٹھے ہوں اور ایک دوسرے سے ملیں۔

جلسہ سالانہ کے دنوں میں مجھے چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ملے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ جلسہ کے دنوں میرے مہمان ہوں گے۔وہ مجھے 1948ء سے جانتے تھے اور خاکسار کے غریب خانہ میں بھی تشریف لاتے تھے۔اُنہوں نے میری مہمان نوازی ایسی کی کہ میں ساری عمر نہیں بھول سکتا۔خود ضروریات کی چیزیں لا کر دیتے حالانکہ اُن کے بہت سے ملازم تھے۔مجھ جیسے ایک عاجز انسان کو آپ نے یہ شرف بخشا۔خدا تعالیٰ اُن کے اس خلوص کی جزا عطا فرمائے۔ آمین

برادر محمد صادق صاحب کے گرویدہ تمام امریکہ کے احباب تھے خاص طور پر نیو جرسی کی جماعت نے آپ کے آخری دنوں میں جس خلوص سے آپ کی خدمت کی وہ قابل ستائش ہے۔میں برادر جلال عبد اللطیف کا خاص طور پر ذکر کروں گا کہ نہ صرف وہ خود بلکہ اُن کی بیوی اور بچے ایک مدّت سے اُن کی خدمت کرتے رہے۔ آخری عمر میں اُن کی بینائی جاتی رہی تھی۔لیکن برادر محمد

صادق صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے سننے کا اشتیاق رہتا تھا۔ وہ برادر جلال عبداللطیف اور اُن کے لڑکے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سنتے۔ پھر ڈاکٹر چوہدری امتیاز صاحب نے نہ رات دیکھی نہ دِن، جب بھی اُن کی طبیعت خراب ہوئی اُن کی خدمت میں حاضر رہے۔ پھر نیو جرسی کے علاوہ نیویارک کے احباب اُن کی تیمارداری کے لئے آتے رہے، جن میں مبارک احمد جمیل کا نام سرفہرست ہے۔ اس جگہ تمام نام لینے ممکن نہیں، اگر صرف یہ لکھ دوں کہ نیو جرسی جماعت کے پریذیڈنٹ سے لے کر تمام اراکین جماعت اُن کے حال سے باخبر رہتے تھے تو یہ کافی ہو گا۔ پھر وہ وقت آن پہنچا جو مقدر تھا اور آپ اپنے خالق کے حضور حاضر ہو گئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔

آپ موصی تھے۔ نیو جرسی جماعت نے قبرستان کا قطعہ اُن کی وفات پر خریدا تھا۔ اُس قبرستان میں پہلی قبر برادر محمد صادق صاحب کی بنی۔ آپ کے جنازے میں کثیر احباب نے شرکت کی، پھر ہم نے اس گوہرِ نایاب کو اپنے بڑے بوجھل دلوں کے ساتھ سپردِ خاک کر کے اُن کی یادوں کو اپنے دلوں میں سمیٹ کر اپنے ہمراہ لے آئے۔ اُن کو رُخصت ہوئے کئی برس بیت گئے لیکن اُن کی یادیں محو نہیں ہوئیں۔ ہماری مجالس میں اُن کا تذکرہ اکثر ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

دعائیہ اشعار

صاؔدق باجوہ۔ میری لینڈ

۳۱؍مئی ۲۰۱٦

ہمیں فتنوں بلاؤں سے ہر اک لمحہ بچائے رکھ — محبت اور اُخُوّت سے ہمارے دل سجائے رکھ

دلوں میں پیار ہو ایسا نہ پھر نفرت پَنَپ پائے — ہمیں بُنیانِ مرصوص اپنی رحمت سے بنائے رکھ

ہمیشہ اُسوۂ خیر الوریٰؐ مقصود ہو اپنا — مسیحاؑ نے جو دِکھلایا اسی رہ پر چلائے رکھ

تری تقدیس کی خاطر ہر اک اپنا قدم اُٹھّے — ہمیں اپنی محبت کا تو دیوانہ بنائے رکھ

خلافت سے ہماری ہر گھڑی وابستگی رکھنا — ہمارے حق میں تُو عہدِ خلافت بھی نبھائے رکھ

توّہم، وسوسے، مایوسیاں نہ ہم کو بہکائیں — حَسَد، غِیبت، تعصُّب اور رقابت سے بچائے رکھ

ہمیشہ بُغض و کیں کا تو دلوں سے خاتمہ کر دے — ہمارے سر پہ اپنی رحمت و شفقت کے سائے رکھ

ہے دشمن منتظر، دیکھے ہمیں زیر و زبر ہوتا — ہمیں ہر خلفشار و اِبتلا سے تو بچائے رکھ

محترم چوہدری عنایت اللہ صاحب احمدی

از قلم مرزا محمود احمد، سابق مبلغ سلسلہ

میرے خسر چوہدری عنایت اللہ صاحب احمدی یکم جنوری 1920 کو پنجاب کے ایک مشہور شہر امر تسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت چوہدری اللہ بخش صاحب، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جو ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں سپن وال کے رہنے والے تھے، اور بعد میں ہجرت کر کے قادیان میں ہی آباد ہو گئے تھے۔ محترم چوہدری صاحب نے 9 دسمبر 2015 کو لنڈن میں 95 سال کی عمر پا کر وفات پائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تدفین موصی ہونے کی وجہ سے موصیان کے قبرستان میں ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد لندن نے دعا کروائی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 دسمبر 2015 کے خطبہ جمعہ کے آخر پر مختصراً محترم چوہدری صاحب کے تبلیغی حالات کا ذکر فرمایا۔ مضمون کے آخر پر ان کو بھی درج کیا جائے گا۔ نماز جمعہ کے بعد حضور نے وہاں ان کی فیملی کے موجود مردوں کو نماز جنازہ سے قبل شرف مصافحہ بھی بخشا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز نے ہماری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے از راہ شفقت ساری سوگوار فیملی کو اجتماعی ملاقات کا شرف بخشا۔ یہ ایک لمبی یادگار ملاقات تھی۔ فیملی کے افراد سے حضور کا دفتر بھر گیا۔ حضور نے فرداً فرداً ہر ایک سے نام وغیرہ دریافت فرمایا۔ مکرم چوہدری صاحب کی اہلیہ صاحبہ سے ان کا حال دریافت فرمایا۔ حضور نے مغموم دلوں کو تسلّی دی۔ کئی واقعات بھی سنے، دعائیں دیں، اور نصائح بھی فرمائیں، چھوٹے بچوں کو

چاکلیٹ، اور بڑے بچوں کو پَین عطا فرمائے۔ حضور نے سب کے ساتھ گروپ فوٹو بھی بنوائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضور کی حفاظت فرمائے، تمام دینی مہمات کو کامیاب کرے اور لمبی صحت وعافیت والی فعال زندگی سے نوازے۔ آمین۔

آپ بہت خوبیوں اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ خاکسار کو ایک لمبا عرصہ انہیں قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ان میں صحابہ جیسے اوصاف پائے جاتے تھے۔ صائب الرائے تھے۔

بتایا کرتے تھے کہ کئی دفعہ حالات دیکھ کر خلفاء کی خدمت میں لکھا اور انہوں نے از راہ شفقت بات منظور فرمالی۔ ہر معاملے اور مسئلے کے لیے خلیفۃ المسیح کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

صاحبِ الہام، رویا اور کشوف تھے۔ ایک رجسٹر بنایا ہوا تھا، جس میں وہ لکھتے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو دیارِ غیر میں ایک خطرہ درپیش آگیا، لیکن قبل اس کے کہ ان کو اس کی اطلاع ہوتی، آپ نے حضرت چوہدری صاحب کو اس کی اطلاع دے دی کہ یہ بات ہونے والی ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے۔ چنانچہ وہ چوکس ہو گئے، اور دعا اور تدبیر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے سامان پیدا فرمادیئے۔

بتایا کرتے تھے کہ بچوں کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے کسی نہ کسی طریقے سے خوشخبری سے نوازتا تھا۔ ایک بچی کی پیدائش سے قبل اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر 16 کا آخری ٹکڑہ "ربّ اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ و علٰی والدیّ و ان اعمل صالحاً ترضٰہ و اصلح لی فی ذرّیتی انّی تبت الیک و انّی من المسلمین" زبان پر جاری کر دیا۔ آپ نے اس بچی کو وقف کر دیا اور قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کے بعد ترجمہ بھی سکھایا۔ اور اس کی شادی ایک واقفِ زندگی سے کر دی۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک اور بیٹی اور بیٹے کو بھی خدمت دین کے لئے وقف کر دیا۔

آپ خود بھی بہت اچھی قرأت سے قرآن کریم پڑھتے تھے اور اپنے بڑے چار بچوں کو بھی خود ہی پڑھایا۔

آپ جامعہ میں باقاعدہ نہیں پڑھے تھے، یوگنڈا میں فوجی خدمات کے دوران تبلیغ کی رپورٹیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاتی تھیں اور وقف کرنے پر بطور مربی سلسلہ آپ کا تقرر ہو گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ کو فوجی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ کی طرف سے کچھ زمین کی پیش کش ہوئی کہ جہاں آپ چاہیں الاٹ کروالیں۔ آپ نے تنزانیہ کے ملک میں زمین لینے کو ترجیح دی۔ آپ نے اس زمین کا نام ربوہ رکھا، اس میں سکول بنوایا اور جماعت کے حوالے کر دیا۔

آپ ہمیشہ اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھتے اور خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں اور تہجد ادا کرتے۔

صدقہ و خیرات کا وصف کوٹ کوٹ کر آپ میں بھرا ہوا تھا۔ اپنی بیماری کے دوران ہسپتال میں اپنے حصہ کا پھل وغیرہ دوسروں کو دے دیا کرتے تھے۔ بیماری کے دوران گھر میں بھی اور ہسپتال میں بھی یا اللہ کے الفاظ اس کثرت سے استعمال کرتے کہ نرسیں وغیرہ بھی یا اللہ کے الفاظ دہرانے لگ جاتیں اور پوچھتیں کہ اس کا کیا مطلب ہے؟

اپنے اہل خانہ کے ساتھ ایک مثالی سلوک تھا، کبھی بھی ان کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اسی طرح اپنے دامادوں کے ساتھ بھی نہایت پیار اور شفقت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کبھی بھی ان کے منہ سے سختی کا کلمہ نہیں سنا تھا۔ اور ہمیشہ پدرانہ شفقت فرماتے۔ ہر ایک سے نیکی کرتے اور نیکی ہی کی نصیحت فرماتے۔

آپ کی شخصیت بارعب اور آواز جو شیلی تھی، گفتگو کے دوران مزاح کے موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے، جس سے افسردہ چہرے بھی ہنسی سے کھل جاتے۔ آپ ہمیشہ پگڑی کا استعمال فرماتے، سفید کے علاوہ سبز پگڑی بھی آپ کو بہت پسند تھی۔

آپ میں کوئی چالاکی وغیرہ نہ تھی، نہایت سادہ، سیدھی سادی طبیعت اور قولِ سدید آپ کا شعار تھا۔ ایک ہی دفعہ دیکھنے والے سمجھ جاتے تھے کہ آپ کیسے انسان ہیں۔ خاکسار کی شادی کے بعد جب پہلی دفعہ مجھ سے بڑے بھائی ان کے گھر ربوہ میں ملے، تو واپس کراچی جا کر انہوں نے خاکسار کو خط میں لکھا، "بڑے خوش قسمت ہو،، نہایت فرشتہ سیرت فیملی کے ساتھ آپ کا واسطہ پڑا ہے"۔ الحمد للہ اس عاجز نے ہمیشہ اس خاندان کے ہر فرد کو فرشتہ سیرت ہی پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان کی آئندہ نسلیں بھی فرشتہ سیرت ہی رہیں۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھتے۔ جب بھی کوئی بچہ پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچتا، اسے وصیت کرنے کی ترغیب دلاتے۔ آپ کے اکثر بچوں نے چھوٹی عمروں میں ہی وصیت کر لی تھی۔ لڑائی جھگڑوں سے خود بھی دور رہتے اور بچوں کو بھی ہمیشہ دور رہنے کی نصیحت فرماتے۔

آپ کی بیٹی امینہ احمدی کہتی ہیں، کہ ابا نے دولت کو ٹھکرا کر اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگی پیش کر دی۔ آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی ساری اولاد ہی اسلام احمدیت کی خدمت کرے۔

خلافت کا بے حد احترام کرتے۔ کہتی ہیں، کہ عام طور پر میں ان کو اپنی مشکل نہیں بتاتی تھی، لیکن ایک دفعہ جماعت کی کوئی بات تھی اور میں بہت پریشان تھی، تو کہنے لگے، جو خلیفۂ وقت کا حکم ہو، اس پر عمل کرنا چاہیے۔

وہ بتاتی ہیں کہ خود بھی بہت دعائیں کرتے تھے اور بچوں کو بھی یہی کہتے تھے، کہ دعائیں کرو، جو کچھ ہوگا، دعاؤں ہی سے ہوگا۔

کہتی ہیں، کہ ایک دفعہ اپنے والد صاحب کے ساتھ گول بازار جا رہی تھی، اور راستہ میں ہمارے ساتھ ایک اور رشتہ دار خاتون بھی شامل ہو گئیں۔ اس نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا، جس سے وہ سخت پریشان تھیں۔ اس پر والد صاحب نے اسے پوچھا، کہ آپ کے پاس لوٹا ہے؟ اس نے کہا، ہاں ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا آپ کے پاس پانی ہے؟ اس خاتون نے جواب دیا، کہ جی ہے۔ والد صاحب نے اسے کہا کہ پھر وضو کر کے نماز میں دعا کیا کرو۔

خدمت دین کے دوران میں عمر کا زیادہ حصہ آپ نے افریقہ میں گزارا، اور افریقن لوگوں کے ساتھ گھل مل کر کام کیا۔ ان کی بیماری کے دوران ایک افریقن دوست سلیمان موانجے صاحب عیادت کے لئے آئے اور بتانے لگے کہ انہوں نے والد صاحب کے ذریعہ بیعت کی تھی، اور پہلی شادی بھی انہوں نے ہی ایک فیملی کی لڑکی کے ساتھ طے کروائی تھی۔ کہنے لگے، کہ "شیخ عنایت اللہ احمدی مجھے ایک گاؤں میں لڑکی دکھانے کے لئے لے گئے، اور وہ اتنا تیز چلتے تھے، کہ میں بہت ہی پیچھے رہ جاتا تھا۔ وہ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور ہمیشہ مائی فادر یعنی میرا باپ کہہ کر یاد کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کا جب حضور نے خطبہ میں ذکر کیا، تو اپنے بیٹے کو جو لنڈن میں رہتا ہے، فون پر بتایا، کہ ان کے گھر جا کر اپنا فون کر کے احمدی صاحب کے خاندان کے اراکین کے ساتھ میری بات کرواؤ۔ چنانچہ وہ آیا، اور دیر تک افراد خانہ کے ساتھ موانجے صاحب تعزیت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

آپ کی بیماری کے دوران حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، محترم استاذی المکرم میر محمود احمد صاحب، محترم امیر صاحب برطانیہ اور بہت سے دیگر بزرگانِ سلسلہ عیادت کے لئے باقاعدگی کے ساتھ تشریف لاتے رہے۔

وفات پر جس کثرت کے ساتھ احباب جماعت اور غیر از جماعت دوستوں نے گھر آکر اور بذریعہ فون تعزیت کی کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ دنیا کے بہت سے ممالک سے ان کے پرانے دوستوں نے تعزیت کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

وہ مزید کہتی ہیں کہ آپ کی بیماری کے دوران سب بیٹے بیٹیوں، نواسے نواسیوں اور پوتے پوتیوں نے جتنی ہو سکی خدمت کی، لیکن سب سے چھوٹے بھائی عزیزم نصر اللہ نے جان مار کر خدمت کی۔ والدہ صاحبہ نے بہت خدمت کی۔ سب سے چھوٹی بھابی نے اس دوران میں عیادت کرنے والوں کی مہمان نوازی کی۔

غرض سب بہن بھائیوں نے بہت خدمت کی۔ ظفر اللہ بھائی اور اس کے بچوں نے اپنے رنگ میں خدمت کی۔ ہسپتالوں اور کلینکس کی تمام وقت اور مقام کی خبر رکھنے کی ذمہ داری جس رنگ میں ادا کرتے، اس سے ان کے والد بہت ہی خوش تھے۔ بہن نعیمہ، بشریٰ اور حنیفہ آپا نیز بھائی جان حبیب اللہ اور ان سب کے بچوں نے اپنے ابا، نانا اور دادا کی خوب خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے، سب کو اجر عظیم سے نوازے، اور ان کے نقش قدم پہ چلائے۔ مکرم چوہدری صاحب کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ۱۱ دسمبر ۲۰۱۵ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

نمازوں کے بعد میں ایک جنازہ حاضر اور دو غائب پڑھاؤں گا۔ جنازہ حاضر مکرم عنایت اللہ احمدی صاحب کا ہے۔ ۹/ دسمبر کو ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

آپ بڑا لمبا عرصہ مبلغ سلسلہ رہے۔ ان کے والد کا نام اللہ بخش صاحب تھا جو قادیان کے اللہ بخش سٹیم پریس کے مالک تھے۔ عنایت اللہ احمدی صاحب کی پیدائش جنوری ۱۹۲۰ء کی ہے۔ پانچ سال کی عمر میں آپ قادیان آ گئے۔ تعلیم الاسلام سکول قادیان میں داخل ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے ہی میٹرک پاس کیا۔ پھر ۱۹۳۹ء میں مشرقی افریقہ میں ملٹری میں کلرک بھرتی ہوئے اور جولائی ۱۹۴۶ء کو فارغ ہوئے۔ ۳۰/ مئی ۱۹۴۴ء کو چوبیس سال کی عمر میں آپ نے وقف کیا اور جولائی ۱۹۴۶ء سے مشرقی افریقہ

میں بطور مبلغ کام شروع کیا اور دسمبر ۱۹۷۹ء تک بعمر ساٹھ سال ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۴۶ء سے دسمبر ۱۹۷۳ء تک ۲۳ سال تین مہینے آپ نے بیرون پاکستان بطور مبلغ خدمت کی توفیق پائی۔ چار سال چار ماہ کینیا میں، اٹھارہ سال گیارہ مہینے تنزانیہ میں بطور مبلغ کام کیا۔ اس کے بعد ریٹائرمنٹ تک پاکستان میں سیالکوٹ اور جھنگ کے اضلاع میں بطور مربی اور مربی ضلع کام کی توفیق ملی۔

ان کی اولاد میں چار بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ ایک بیٹے حبیب اللہ احمدی صاحب ہیں جن کو بطور وقف خدمت کی توفیق ملی۔ جب تنزانیہ میں تبلیغی کاموں میں وسعت پیدا ہوئی تو ۱۹۴۷ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم کی مدد کے لیے جو مبلغین بھیجے تھے ان میں چودھری عنایت اللہ صاحب بھی شامل تھے۔ وہاں مختلف جگہوں پر انہوں نے خدمات سرانجام دیں۔ اسی طرح جب شیخ مبارک احمد صاحب قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ کر رہے تھے تو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کو جو مددگار مہیا کیے ان میں بھی چودھری عنایت اللہ صاحب اور مولانا جلال الدین صاحب قمر کو شامل کیا۔ اس طرح آپ کو قرآن کریم کے سواحیلی ترجمہ میں کام کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ دارالسلام میں تین سال آپ کو مشنری انچارج کے طور پر خدمت کی توفیق بھی ملی۔

ایک دفعہ آپ اپنی ایک جماعت پنگالے (Pangalay) کی مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے سائیکل پر جا رہے تھے تو احمدی احباب نے بتایا کہ غیر احمدی امام اور دیگر لوگوں کا منصوبہ ہے اور امام نے ان کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے کہ مسجد کو جلانا ہے اور وہاں بلوہ کرنا ہے اس لئے آپ پنگالے نہ جائیں۔ اس پر آپ نے بڑا دلیرانہ جواب دیا کہ میں ضرور جاؤں گا اور بہر حال سفر جاری رکھا۔ جیسا کہ میں نے کہا سائیکل پر جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پنگالے کا چیف ملا اور اس نے آپ کو سائیکل پر دیکھا تو اپنی کار روکی اور کار میں بیٹھنے کی دعوت دی تو آپ نے کہا کہ نہیں میں سائیکل پر جا رہا ہوں، ٹھیک ہوں۔ بہر حال چیف کے اصرار پر آپ اس کی کار میں بیٹھ گئے اور چیف گاؤں میں لے کر آیا۔ راستے میں آپ نے چیف کو گاؤں کی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس پر چیف نے تمام لوگوں کو بلایا اور کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں اور مہمانوں سے بہر حال برا سلوک نہیں ہو گا اور میں ایسا نہیں کرنے دوں گا اور جو بھی ان کی مدد ہو وے گی میں کروں گا اور امام کو بھی کافی سرزنش کی۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ میں ان کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ جب نماز کا وقت آیا تو چیف نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ علاقے کے لوگوں پہ بھی ان کا بہت اثر تھا اور بڑے تعلقات وسیع تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسل کو بھی جماعت اور خلافت سے وفا کا تعلق قائم رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

موصیان متوجہ ہوں

تمام موصیان سے گزارش ہے کہ مالی سال 16-2015 کے چندہ حصہ آمد پر مبنی جدول ج (Schedule C Form) جلد مکمل کر کے اپنے مقامی سیکرٹری وصایا کے حوالے کر دیں۔ قبل ازیں گذشتہ اگست میں تمام موصیان کی Financial Statements (مالی گوشوارے) مقامی سیکرٹریان وصایا کو اس ہدایت کے ساتھ بھجوا دی گئی تھیں کہ ہر موصی کو فوری طور پر ان کی Statement (گوشوارے) مع فارم پہنچا دیں۔ تاہم اگر آپ کو اب تک اپنی Statement موصول نہیں ہوئی تو فوری طور پر اپنے مقامی وصایا سیکرٹری (یا صدر جماعت) سے رابطہ کریں۔ یہ امر ذہن نشین رہے کہ جدول ج (Schedule C Form) ہر سال مرکز کو بھجوانا موصی کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں صدر انجمن احمدیہ کا نافذالعمل قاعدہ حسب ذیل ہے۔ ہر موصی کے لئے لازم ہو گا کہ وہ سالانہ اصل آمد حسب نمونہ جدول ج پُر کر کے دفتر کو بھجوائے۔ فارم اصل آمد نہ آنے کی صورت میں صدر انجمن کو اختیار ہو گا کہ وہ مناسب تنبیہ کے بعد موصی کو بقایا دار قرار دے کر موصی کے خلاف مناسب کارروائی کرے جو منسوخی وصیت بھی ہو سکتی ہے۔ (قاعدہ نمبر 68)۔

نیشنل سیکرٹری وصایا، جماعت احمدیہ امریکہ

میری امی — نجمہ یونس

تحریر: فہیم یونس قریشی بالٹیمور، میریلینڈ. ترجمہ: کریم احمد شریف باسٹن، میساچیوسٹس

(اصل انگریزی مضمون انگریزی حصہ میں ملاحظہ فرمائیں)

امی

امی نے باقاعدہ تعلیم تو ہائی سکول تک بھی نہیں پائی تھی — پر وہ میری یونیورسٹی تھیں۔

بھلا کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ نجمہ یونس — میری امی — ایک گود سے چمٹے بچے کو برداشت کرتیں جو پہلے دن کنڈر گارٹن کی کلاس میں ماں کے بغیر بیٹھنے پہ بھی آمادہ نہ ہو رہا ہو؟ میں پانچ برس کا تھا جب امی مجھے ایک روشنی سے دمکتے دن 8 بجے صبح پہلی مرتبہ سکول لے کر گئیں۔ جب امی نے واپس جانا چاہا تو میں بے تحاشہ رونے لگا۔ چنانچہ وہ اس بات پہ آمادہ ہو گئیں کہ سیاہ برقعے میں ملبوس کلاس کے باہر بیٹھ جائیں اور چھٹی کے وقت تک وہیں بیٹھی رہیں۔ پھر یہ روزانہ کا معمول بن گیا۔ جب چند دن گذر جانے کے باوجود میرا ان سے الگ ہونے کا خوف کم نہ ہؤا تو امی نے گھر کے کام کاج اپنے ساتھ سکول لانے شروع کر دئے۔ عین اس مقام پہ بیٹھ کر جہاں سے میں انہیں دیکھ سکتا تھا، امی سویٹر بُنتیں، بھنڈی کاٹتیں، سوئی دھاگے سے کپڑے ٹانکتیں، اور اسی طرح کے ڈھیروں کام کاج کر کے فارغ بھی ہو جاتی تھیں اور یوں میرے لیے بھی وقف رہتی تھیں۔ واپسی پہ ہم دس منٹ چل کر چوبرجی بس اڈے تک جاتے۔ اس دوران میں امی مجھے مصروف رکھتیں — وہ کیلے کا چھلکا راستے سے اٹھاؤ، یہ پتھر ایک طرف کر دو، یہ مومی لفافہ اٹھا دو — وغیرہ۔

اس کے پس منظر میں امی مجھے خاموشی سے حدیثِ رسول مقبول ﷺ پڑھا رہی ہوتی تھیں۔

امی 4 دسمبر 1941 کو لائلپور حال فیصل آباد پاکستان میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد حضرت شیخ عبدالعزیزؓ کو صحابیٔ حضرت مسیح موعودؑ ہونے کا شرف حاصل تھا اور آپ کی والدہ سلمٰی خاتون صاحبہ کو خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ کی بہت سی بزرگ خواتین سے قربت نصیب تھی۔ آپ کے ماموں شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور کے منصب پہ خدماتِ سلسلہ کی توفیق پا رہے تھے، لیکن آپ ان ناموں کے تذکرے کر کے اپنی روحانیت ہم پہ نہ جتایا کرتی تھیں، بلکہ ہم پر آپ کے تقویٰ اور طہارت کا حال اس خوش اتفاقی کے نتیجے میں کھلتا تھا جب ہم بچے کبھی کبھار اچانک آپ کے کمرے میں داخل ہو جاتے اور آپ کو سجدوں کے حالت میں گریہ وزاری کرتے ہوئے پاتے۔

امی دعائیں اس طرح کرتیں جیسے ایک سائنسدان تجربات کرتا ہے — باضابطہ

ہم نے امی کو کبھی فرض نماز چھوڑتے نہ دیکھا، اور بیس سال سے زیادہ عرصہ سے وہ تہجد پہ بھی کاربند تھیں۔ اس کے علاوہ امی ادعیۃ القرآن اور ادعیۃ الرسول کی کتب بھی استعمال کرتی تھیں۔ درود شریف، لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین، رب کل شئی خادمك رب فاحفظنی و انصرنی و ارحمنی اور استغفار انکی پسندیدہ دعاؤں میں شامل تھیں۔ بچوں کے وضو میں کمی بیشی کو پکڑنا تو گویا ان کا مشغلہ تھا۔ جب ان کے پوتوں یا نواسوں کو گھر پہ نماز کی امامت کے لیے بلایا جاتا تھا تو امی ان کی کہنیوں اور ٹخنوں کو چھو کر معلوم کرتیں کہ وضو مکمل ٹھیک طور پہ کیا گیا ہے۔

میرا بھانجا فراز بیان کرتا ہے کہ میں نے کہا "نانی! کل میرا امتحان ہے۔ دعا کریں"۔ انہوں نے جواباً کہا: "ان شاءاللہ میں کروں گی، پر امتحان کل کس وقت ہے؟" بتایا کہ نو سے گیارہ بجے تک۔ فراز بتاتا ہے کہ اگلے دن وہ تو امتحان سے فارغ ہو کر خوشی خوشی اپنے دوستوں سے جوابات کی تصدیق میں مصروف تھا کہ اس کے فون کی گھنٹی بجی — گیارہ بجے کے چند منٹ ہی بعد۔ یہ امی کا فون تھا۔ پوچھ رہی تھیں: "تمہارا امتحان کیسا ہؤا؟ تم نے بتایا ہی نہیں! میں تو تمہارے لیے دعا کر رہی تھی۔" ہمارے خاندان میں سب جانتے تھے کہ جب بھی کسی نے امی سے دعا کرنے کی درخواست کی، خواہ کسی سفر کے لیے، یا کسی آزمائش کے لئے یا کسی علالت کے لیے، آپ خواہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں ہوتیں اس تمام وقت دعا میں مشغول رہتیں۔

1970 کی بات ہے۔ میرے والد صاحب سے کار کے حادثہ کے نتیجے میں ایک پیدل چلنے والے کو شدید چوٹیں آئیں۔ پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا۔ امی نے ہمیں یہ واقعہ کئی بار سنایا۔ "میں ایک سادہ عورت تھی جس کا کوئی اثر ور سوخ

نہ تھا۔ سومیں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئی اور تہجد کے نوافل میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کیں کہ تمہارے والد کو بری کر دے۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اس حادثہ میں بے قصور تھے۔ پھر جب تہجد کے بعد مجھے غنودگی ہوئی تو میں نے کسی کو اپنے بستر کی پائنتی کی جانب سفید لباس میں بیٹھا دیکھا۔ جب میں نے حرکت کی تو وہ غائب ہو گیا۔ مجھے یقین ہؤا کہ 'یہ ضرور ایک رحمت کا فرشتہ تھا'۔ اس کے فوراً بعد فجر کا وقت ہؤا اور میرے دل کو طمانیت محسوس ہونے لگی۔ دس بجے سے قبل ہی تمہارے ماموں کا فون ہائی کورٹ سے آیا۔ تمہارے والد کو تمام الزامات سے بری قرار دے دیا گیا تھا"!

1974 میں پاکستان کے سیاسی بحران میں میرے والد کو احمدی ہونے کی وجہ سے ملازمت سے نکال دیا گیا۔ انہوں نے ایک معمولی مشیر کے طور پہ ملازمت اختیار کر لی جس کی خاطر انہیں مختلف شہروں کے دورے کرنے پڑتے تھے۔ ہم بچے لاہور میں امی اور اپنے دادا جان کے ساتھ قیام پذیر رہتے تھے۔ امی یہ واقعہ بھی ہمیں سنایا کرتی تھیں: "ایک رات یہ خبر سننے میں آئی کہ ایک شر انگیز گروہ ہمارے گھر پہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ تم چاروں بچے مکان کی چھت پہ چارپائیوں پہ سو رہے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ پاس پنکھا چل رہا تھا۔ تہجد کے دوران میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہاری حفاظت کی الحاح کے ساتھ دعا کی۔ میں کسی مقابلہ کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے متفکر تھی۔ فجر سے کچھ پہلے میں نے ایک سفید روشنی دیکھی جو سیڑھیوں سے نمودار ہوئی اور چھت تک پھیل گئی۔ اس روشنی نے چھت پہ چارپائیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تم سب کی حفاظت فرمائے گا۔" اور پھر ایسا ہی ہؤا۔ نہ اس رات، اور نہ اس کے بعد کبھی کسی نے ہمیں کوئی گزند پہنچائی۔

1990 میں ہمارے خاندان کا ایک فرد بہت سی مادی، تعلیمی اور ذہنی آزمائشوں سے گزر رہا تھا۔ امی اس کے لیے مسلسل تضرع کے ساتھ دعا میں مصروف رہتی تھیں۔ ایک رات وہ باہر آئیں اور ایسے وقت جب باقی افراد کمروں میں تھے انہیں بتایا: "میں نے ایک آواز سنی ہے کہ کامیابی تمہارے مقدر میں لکھی جا چکی ہے"۔ وہ تو اس بات پہ ہنس دیا پر امی کا اللہ تعالیٰ پہ ایمان غیر متزلزل ہی رہا۔ آج 25 سال بعد وہ خود حیران ہے کہ یہ کیسی غیر ممکنہ بات تھی جو پوری ہو گئی !

بنی نوعِ انسان کی خدمت

امی کو لوگوں سے محبت تھی۔۔۔ افراد خاندان ہوں یا سسرالی رشتہ دار یا پڑوسی۔ امی ایسی خوش مزاج تھیں کہ اگر وہ ایک ٹھیلے والے پھل فروش سے پھل خرید کر رقم ادا کرتیں تو اتنی ہی مدت میں اس پہ یہ گمان حاوی ہو جاتا کہ یہ اس کی ہمدرد گاہکوں میں سے ہیں۔ ایک بار گھر میں کچھ مہمانوں کی چائے کے لیے امی نے مجھے قریبی دوکان سے سموسے، چاٹ اور دہی بھلے وغیرہ منگوانے کے لیے بھیجا۔ کسی وجہ سے میں مہمانوں کے پاس نہ بیٹھا۔ جب وہ رخصت ہو گئے تو امی نے مجھے ڈانٹ پلائی: "مہمان اعزاز کی بھوک لے کر آتے ہیں، نہ کہ تمہارے کھانے کی۔ آئندہ میں یہ نہ دیکھوں کہ تم مہمانوں کے پاس نہیں بیٹھے"۔

1980 کی بات ہے۔ امی صدر لجنہ حلقہ ملتان روڈ کے عہدہ پہ فائز تھیں۔ آپ نے خواتین کو نصیحت کی کہ پردہ حضرت خلیفۃ المسیح کے منشاء کے مطابق کریں۔ میری بڑی ہمشیرہ بیان کرتی ہیں کہ بار بار کی یاددہانی کے باوجود کچھ عورتوں نے توجہ نہ کی تو امی نے ان کے پردہ کے معیار کو بہتر کرنے کی غرض سے برقعے خریدے اور انہیں دیتے ہوئے کہا: "یہ حضور کی طرف سے آپ کو تحفہ ہے۔ اگر آپ انہیں استعمال کریں گی تو حضور کو اس بات سے انتہائی مسرت ہو گی"۔

2010 سے امی اکثر پاکستان سے فون کر کے پوچھتیں "صدقے کے صندوقچے میں کتنی رقم ہے؟" ہمارے گھر میں صدقہ کے لئے ایک غلے کا ڈبہ فریج کے اوپر پڑا رہتا ہے جس میں ہر فرد صدقہ کے لئے جس قدر رقم چاہے ڈال دیتا ہے۔ میں اور میری اہلیہ فوراً سمجھ جاتے کہ امی یا تو کسی ضرورتمند دلہن کا جہیز، یا کسی طالب علم کے تعلیمی اخراجات، یا کسی ایسی ہی ضرورت کے انتظام میں مصروف ہیں۔ چنانچہ قطعِ نظر اس کے کہ صدقے کے غلے میں کیا ہے ہم ہمیشہ پوچھتے: "امی کس قدر رقم درکار ہے؟"

امی ہر وقت ضرورتمندوں کی مدد کے لئے ہمہ تن تیار رہتی تھیں۔ بالعموم یہ لوگ احمدی نہیں ہوتے تھے لیکن امی کا محبت بھرا دل کبھی یہ سوال نہ کرتا تھا۔ اس دل کا صرف یہی سوال ہوتا: "کیا تم انسان ہو؟"

امی کسی دور کے رشتہ دار سے بھی رابطہ کرنے میں پہل کرتی تھیں۔ انہیں سب کے ساتھ تعلقات استوار رکھنا بہت پسند تھا اور اس لحاظ سے انہوں نے دنیا

میں پھیلے ہوئے تمام عزیز واقارب کو ایک تعلق کے رشتہ میں باندھ رکھا تھا۔ وہ ہمیں بھی ہمیشہ یہ یاد دلاتی رہتی تھیں کہ "جو رشتوں کے تعلقات کو کاٹ دیتے ہیں ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے رحم سے بھی کٹ جاتا ہے"۔

امی کی وفات کے بعد میرے ایک کزن نے فون پہ مجھے کہا: "مجھے نہیں خیال کہ آپ کو معلوم ہو گا کہ کتنے لوگ آپ کی امی کے زیر کفالت تھے"۔ حقیقت یہ ہے کہ امی کو خود بھی یہ بات معلوم نہ تھی کیونکہ جس بات کو بہت سے لوگ 'دوسروں کا خیال رکھنا' کہتے ہیں، امی اسے 'دوسروں کی خاطر زندہ' رہنا قرار دیتی تھیں۔

امی کا ہمیں آگے بڑھنے کی ترغیب دینے کا طریق

مجھے کرکٹ کھیلنے کا شوق تھا۔ "درثمین کی پہلی نظم یاد کر لو تو تم جاسکتے ہو"۔ میں ریاضی میں کمزور تھا۔ "ریاضی میں اچھے نمبر لے لو تو وہ سرخ سائیکل جو تمہیں پسند ہے وہ مل جائے گی"۔ لیکن تمام معروضات اتنی آسانی سے قبول نہ ہو جاتی تھیں۔

مجھے پتنگ بازی کا شوق تھا۔ امی کو اس سے دلی نفرت تھی۔ میں چھٹی جماعت میں تھا۔ بسنت کا دن آیا جو کہ سکول جانے کا دن تھا۔ میں نے سکول سے چھٹی کرنا چاہی۔ ظاہر ہے امی کی طرف سے اس کا مکمل انکار تھا۔ اس صبح میں نے ہر حیل و حجت کر دیکھی پر امی پھر بھی مجھے سکول بھیج کر ہی رہیں۔ لیکن جب میں واپس آیا تو انہوں نے چھت پہ پتنگ بازی کی غرض سے کرسیاں بچھا کر کھانے پینے کا بھی انتظام کیا ہوُا تھا تا کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل کے لطف اندوز بھی ہو سکوں۔

علالت اور وصال

ان سب باتوں کے پس منظر میں یہ بات بھی واضح ہو رہی تھی کہ امی کی صحت پچھلی دہائی سے انحطاط پذیر تھی۔ پہلے تو وہ خود سے چل لیتی تھیں لیکن 2008 سے انہیں چھڑی (عصا) کا سہارہ لینے کی ضرورت پیش آنے لگی۔ پھر واکر (walker) تک نوبت پہنچ گئی۔ اس حال میں بھی وہ وضو میں اپنے پاؤں التزام سے دھوتی تھیں جبکہ ہم اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں گر ہی نہ جائیں۔

کمزوریٔ صحت کے باوجود امی نے 1996 سے اب تک پاکستان سے امریکہ کے کم از کم 15 سفر کیے ۔ آپ انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے پہیوں والی کرسی (wheelchair) پہ بیٹھی پُر مسرت چہرے کے ساتھ اور گود میں ہم سب کے لیے تحائف کے تھیلے رکھے باہر آتیں۔ میرے بیٹے کے لیے کرکٹ کا بلّہ تو میرے لیے مختلف کتب، گھر کی خواتین کے لیے خوبصورت لباس، اور ہم سب کے لیے لوڈو کا کھیل۔ آپ نے میرے تمام بچوں کو لوڈو کا کھیل سکھایا اور اکثر بڑی متانت سے بچوں کو اس کے قواعد وضوابط میں لچک کی اجازت دے دیتیں تا وہ جیت جائیں جس سے خوب ہنسی کا ماحول پیدا ہو جاتا۔

۲۰۱۴ کی بات ہے کہ ایک دن امی نے مجھے یہ کہہ کر ایک کاغذ لانے کو کہا کہ "میں کچھ آخری خواہشات کو لکھنا چاہتی ہوں"۔ میں نے یوں ہی کچھ کاغذ اور قلم پکڑ کے کہا: "اچھا امی میں تیار ہوں"۔ لیکن آپ نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا: "یوں نہیں۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ تم خوب احتیاط کے ساتھ یہ لکھو جیسے تم راتوں کو جماعت کے لیے مضامین لکھا کرتے ہو"۔

اس وقت تک میری ہمشیرگان کینیڈا میں سکونت اختیار کر چکی تھیں، جب کہ میرا بھائی پاکستان ہی میں مقیم رہا۔ میں امریکہ میں رہائش پذیر تھا اور امی کو خوف تھا کہ وہ آخری وقت میں کسی کو تکلیف نہ دیں۔ اس خوف کو ختم کرنے کی غرض سے امی نے مجھ سے آخری وصیت تحریر کروائی جس میں آن لائن (Online) مدد بھی لی گئی۔ اس وصیت میں مندرجہ ذیل پانچ خواہشات کا اندراج کروایا اور تمام بہن بھائیوں سے اس پہ دستخط کروائے۔

1۔ اگر میری بیماری اس حالت کو پہنچ جائے کہ کسی قسم کی فعال زندگی کی کوئی توقع باقی نہ رہے، تو میں یہ نہ چاہوں گی کہ مصنوعی طریقوں سے مجھے زندہ رکھنے کی کوشش کی جائے یعنی مصنوعی سانس کی مشین وغیرہ سے۔

2۔ چونکہ میرے بچے دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور میں سفر کر کے ان کو ملنے جاتی رہتی ہوں، مجھے اسی زمین میں دفنا دیا جائے جہاں میری وفات ہو۔

3۔ جب میری وفات ہو تو سنتِ رسول ﷺ کے مطابق میری تدفین جلد کر دی جائے۔

4۔ غیر ممالک سے کسی کو سفر کر کے جنازے میں شرکت کی تکلیف نہ دی جائے۔ اور نہ ہی کسی کو ندامت کا احساس دلایا جائے کہ وہ پہنچ نہ پایا۔ میرے سب بچوں نے میری زندگی میں میری بہت خدمت کی ہے۔ ہوائی سفروں کے خطیر اخراجات پہ رقوم ضائع کرنے کی بجائے ان رقوم کو کسی بچی کی شادی یا کسی طالب علم کی تعلیم پہ خرچ کریں۔

5۔ میرے ترکہ کی تمام رقم جماعت کو صدقے کی مد میں دے دی جائے۔

یاد رہے کہ یہ وہ خاتون تھیں جو ہمیں اکثر یہ یاد دلایا کرتی تھیں کہ وہ ہائی سکول بھی پاس نہ کر پائیں، اس کے باوجود وہ اس قدر سلیم الفطرت واقع ہوئیں۔

10 جون کو امی گھر میں گر گئیں۔ وہ کافی غنودگی کی حالت میں تھیں۔ ان کے لیے ایمبولینس بلائی گئی۔ ہسپتال میں تشخیص کے دوران کئی پیچیدگیاں ظاہر ہوئیں۔ میں کینیڈا کے ہسپتال میں 15 جون بروز بدھ کو پہنچا۔ مجھے دیکھ کر امی کے چہرے پہ جیسے ایک رونق آگئی۔ اس دن مجھے یہ محسوس ہوا کہ ماں کے پاس پیار و محبت کا ایک ایسا خانہ بھی ہوتا ہے جسے وہ اس وقت بھی کھول سکتی ہے جب وہ خود قریب المرگ ہو۔ اگلے تین دن میں امی نے اوپر بیان کردہ کئی واقعات کئی بار دہرا کر سنائے جبکہ بار بار انکی سانس پھولنے لگتی تھی۔ انہیں ہمیشہ یہی پسند تھا کہ ان کی معالج ایک خاتون ہی ہوں اور ہسپتال میں ایسا ہی ہوا کہ ان کے لیے ایک خاتون ڈاکٹر مقرر ہوئی۔ ہر روز جب وہ امی سے پوچھتی کہ آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ امی اسے جواباً یہ کہتیں: "کیا آپ کے پاس کوئی ایسی نرس ہے جو اردو بولتی ہو؟" پر افسوس ان کے پاس ایسی نرس نہ تھی۔

17 جون کو امی کی آکسیجن کی ضرورت میں چار گنا اضافہ ہو چکا تھا۔ چھاتی کا ایکسرے بھی ظاہر کر رہا تھا کہ ان کو سانس دلانے کی مشین کی اشد ضرورت ہے۔ میں نے امی سے پوچھا "کیا آپ اپنے پہلے فیصلے پہ نظر ثانی کرنا پسند کریں گی؟" انہوں نے جواب دیا "میں نے ایک طویل عمر پائی ہے۔ اب چند اور دن مصنوعی سانس کے سہارے زندہ رہنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟ ایسا مت کرو جس سے میرے آخری دنوں میں پردے کے احترام میں کمی آ جائے"۔ انتہائی نگہداشت کے ایک ڈاکٹر نے آپ کی حالت کا جائزہ لے کر آپ کے اس فیصلے کی تائید کی۔ امی کہنے لگیں: "کسی وجہ سے میری زبان پہ لبیک اللھم لبیک کے الفاظ جاری ہو رہے ہیں"۔ 17 جون کی رات ایک نرس کمرے میں داخل ہوئی اور کہا: "السلام علیکم خالہ جان"۔ امی نے اس کی طرف دیکھا اور پنجابی میں پوچھا: "تسیں اردو بولدے ہو بیٹی؟" (آپ اردو بول لیتی ہو بیٹی؟) اس نرس نے جواب دیا "خالہ جی! اردو ای نئیں، میں تے پنجابی وی بول لینی آں" (خالہ جی! میں اردو ہی نہیں پنجابی بھی بول سکتی ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے امی کی آخری وقت کی خواہش بھی پوری کر دی۔

اگلے روز 18 جون بروز ہفتہ شام پانچ بجے امی ایک اطمینان کی حالت میں اگلے جہان کو انتقال فرما گئیں۔ آپ کی نماز جنازہ مکرم امام مرزا محمد افضل صاحب کی امامت میں بیت الحمد مسیساگا میں ادا کی گئی۔ وقت کم ہونے کے باوجود ان کے اعزہ واقرباء وینکوور، کیلگری، نارتھ کیرولائینا، بالٹیمور، ڈیٹرائٹ، نیویارک، نیوجرسی کے علاوہ اور بھی کئی دور دراز علاقوں سے رمضان کے مہینہ میں سفر کر کے نماز جنازہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے۔ 20 جون بروز سوموار ان کی خواہشات کے مطابق ہم نے اپنی یونیورسٹی کو کینیڈا کی زمین میں سپرد خاک کر دیا۔

اعلانات

براہ کرم اپنے مضامین مائکروسافٹ ورڈ یا ان پیج میں ٹائپ فرما کر بذریعہ ای میل بھیجیں، صرف پی ڈی ایف نہ بھیجیں۔ ٹائپ نہ کئے گئے یا صرف پی ڈی ایف میں بھیجے گئے یا ہاتھ سے لکھے ہوئے مضامین کے ٹائپ کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی تعداد میں رضاکار مہیا نہیں ہیں۔ مضمون پر نام کے ساتھ شہر اور ریاست کا نام بھی لکھیں۔ ای میل میں اپنا فون نمبر درج فرمائیں تاکہ ضرورت پڑنے پر آپ سے رابطہ کیا جا سکے۔ آپ اپنے مضمون کے ساتھ اپنا مختصر تعارف اور مضمون سے متعلقہ تصویریں بھی بھیج سکتے ہیں۔ اصلاح یا مناسب کانٹ چھانٹ مدیران کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر آپ چھپنے سے پہلے اپنا مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے سے مطلع فرمائیں۔ اگر حوالے میں صفحہ نمبر دیں تو پھر سنِ طباعت اور مقامِ طباعت بھی درج فرمائیں کیونکہ کتب کی کثرتِ اشاعت کی وجہ سے کتب کے مختلف ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

شاہد ـــ ثمرہ کے دل کا ٹکڑہ

سید شاہد محمود صاحب اور سیدہ ثمرہ شاہد صاحبہ کا پہلا بچہ ثاقب 20 فروری 2016 کو اچانک وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس پیارے بچے کا صدمہ ساری جماعت نے بے حد محسوس کیا۔ خاکسار نے سب کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صبر جمیل کا بہتر اجر عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار امۃ الباری ناصر

وہ ثمرہ شاہد کے دل کا ٹکڑا، وہ پیارا ثاقب چلا گیا ہے

ہمارے دل کو حزیں بنا کر، وہ اپنی جنت میں جا بسا ہے

یہ غم ہے بھاری، دے صبر ہم کو، رہیں رضا میں ہمیشہ راضی

وہ اپنے خالق کی اک امانت تھا، اپنے مالک سے جا ملا ہے

تھا چار سال اور سات ماہ کا، نہ جانے جانے کی جلدی کیا تھی

ہوئے ہیں سب ہی نڈھال غم سے، وہ خوں کے آنسو رلا گیا ہے

ہماری بخشش کا ہوگا ساماں، ملیں گے جنت میں اس سے جا کر

ہماری گودوں کو سُونا کر کے، وہ چاند تاروں میں مل گیا ہے

خدایا اپنے قریب رکھنا ملے پیاروں کا پیار اس کو

ہمیں یقیں ہے ہمارا بچہ، یہاں سے بہتر جگہ گیا ہے

میرے مرحوم والدین کا ذکر خیر

امتہ الحمید اختر، اسلام آباد

میرے والدین محترم چودھری برکت علی صاحب مرحوم اور محترمہ ہاشم بی بی صاحبہ مرحومہ مراڑہ ضلع سیالکوٹ، تحصیل نارووال کے رہنے والے تھے جنہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ۱۹۳۰ء میں بیعت کی توفیق پائی۔

مراڑہ میں احمدیت

ہمارا گاؤں ریاست جموں کے بارڈر کے قریب واقع ہے۔ یہاں احمدیت کا نفوذ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہو چکا تھا اور والد صاحب کے ایک عزیز حضرت چودھری ولی داد خان صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور بہت ہی بزرگ انسان تھے۔

آپ کی بیعت کا واقعہ بھی دلچسپ ہے۔ آپ محکمہ انہار میں ملازم تھے، وہاں کسی نے حضرت امام مہدی کے ظہور کا ذکر کیا۔ آپ نے ایک حدیث پڑھی ہوئی تھی کہ امام مہدی علیہ السلام کا پسینہ سچے موتیوں کی طرح ہو گا۔ چنانچہ آپ قادیان گئے جب کہ گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ کو بے چینی سے انتظار تھا کہ کب حضور سیر کے لیے جاویں تو میں پسینے کی ایک جھلک دیکھ لوں۔ جب سیر کا وقت آیا تو آپ حضورؑ کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگے اور اس کوشش میں آپ کو بے انتہا خوشی ہوئی کہ واقعی حضورؑ کا پسینہ سچے موتیوں کی طرح چمکتا ہے۔ آپ نے اسی دن بیعت کر لی۔

ہم حضرت چودھری ولی داد خان صاحب کو بڑے میاں جی کہا کرتے تھے اور آپ کے ایک بھانجے چودھری عبدالکریم صاحب کی تبلیغ سے میرے چچا چودھری سردار خان صاحب احمدی ہوئے۔ اُس وقت آپ میٹرک کے بعد شاہجہاں کلودنگ فیکٹری میں ملازم تھے۔ میرے چچا اپنے بھائیوں کو تبلیغ کرتے رہتے تھے۔

قبول احمدیت

احمدی ہونے سے قبل میرے والدین نمازیں تو پڑھتے تھے مگر قرآن کریم نہیں پڑھا ہوا تھا۔ اس دور میں گھروں میں قرآن پاک ہوتے ہی نہیں تھے۔ والدہ صاحبہ کو قرآن کریم پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ والد صاحب اپنی زمینوں پر کاشتکاری کرتے تھے اور والدہ صاحبہ ان کا ناشتہ لے کر کھیتوں میں جاتی تھیں۔ والد صاحب کو جب والدہ صاحبہ مرحومہ کے شوق کا پتہ چلا تو کہنے لگے میرے ناشتے کو بے شک دیر ہو جائے تم قرآن کریم ضرور پڑھو۔ میری والدہ صاحبہ کی گود میں پانچواں بچہ' میرے بھائی عبدالحمید تھے، جب آپ نے قرآن کریم پڑھا۔

قرآن پڑھنے کے بعد میری والدہ صاحبہ نے والد صاحب سے کہا کہ آپ کوئی پیر پکڑ لیں جو ہمیں دِین کی باتیں سکھائے کیونکہ ہم دونوں پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جب والدہ صاحبہ نے بار بار اصرار کیا تو والد صاحب نے کہا کہ میں تو پھر قادیان والے پیر (مراد حضرت صاحبؓ) کی بیعت کروں گا۔ آپ بھی اپنے والدین سے پوچھ لیں۔ والدہ صاحبہ نے کہا یہ تو اپنا اپنا ایمان ہے، دوسروں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

اسی رات والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ ہمارے گاؤں میں مسجد کے ساتھ ایک دائرہ ہے جس کے ساتھ ہمارا کھیت تھا جو بہت ہی گہرا تھا اور دائرہ اونچا تھا۔ والدہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ دائرہ اونچا کرنے کے لیے ہمارے کھیت کی مٹی ہی ڈالی گئی تھی۔ چنانچہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ اس دائرہ میں ایک چارپائی پر صاف ستھرا بستر لگا ہوا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پر تشریف فرما ہیں اور میں پاس کھڑی ہوں۔ کھیت میں پانی بھرا ہوا ہے اور اس میں محلے کی کچھ عورتیں (جنہوں نے ہمارے احمدی ہونے کے بعد بہت مخالفت کی) ڈوب رہی ہیں اور شور کر رہی ہیں۔ کوئی عورت کہتی ہے کہ چپ کر جاؤ دائرے میں مرزا صاحب (علیہ السلام) بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس صبح اُٹھ کر آپ نے والد صاحب سے کہا کہ اپنی بیعت کا خط لکھیں تو میرا بھی ساتھ لکھیں۔ یوں آپ دونوں نے بیعت کر لی۔ والد صاحب کی عمر اس وقت تقریباً ۳۳ برس تھی۔

اخلاص ووفا

بیعت کرنے کے بعد ہر سال قادیان جلسہ پر جاتے تھے اور الفضل کا خطبہ نمبر بھی آپ نے لگوا لیا جو بڑے بہن بھائی آپ کو پڑھ کر سناتے تھے۔ دونوں کو دین کا علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور مجھے یاد ہے کہ ہم سب بہن بھائی الفضل اور رسالہ مصباح انہیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

احمدی ہونے سے پہلے سب بہن بھائی والد صاحب کو لالہ جی کہا کرتے تھے، مگر احمدی ہونے کے بعد والد صاحب کو میاں جی کہنے لگے۔ میاں جی کی بیعت سے پہلے میرے چچا کی تبلیغ سے میرے دونوں تایا احمدی ہو گئے تھے مگر میاں جی کے احمدی ہونے سے پہلے ہی احمدیت چھوڑ چکے تھے کہ جماعت چندے بہت مانگتی ہے۔ اسی طرح گاؤں میں اور بھی لوگ تھے جو جماعت میں شامل ہو کر الگ ہوئے۔ مگر میاں جی اور والدہ صاحبہ (بے بے جی) کا ایمان خدا کے فضل سے پختہ ہوتا گیا۔ جب بھی میاں جی جلسہ سالانہ سے واپس آتے تو کہتے اب میں ایک سال کے لیے تروتازہ ہو گیا ہوں۔

میاں جی کے احمدیت قبول کرنے سے پہلے ہی بڑے میاں جی (حضرت چودھری ولی داد خان صاحب رضی اللہ عنہ) ریٹائر ہو کر گاؤں آچکے تھے۔ سب لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے مجھے یاد ہے کہ ان کا گھر بڑا سا تھا جس میں مَیں انہیں دیکھا کرتی تھی۔ صحن کے ساتھ ان کی ڈیوڑھی تھی اور ڈیوڑھی کے ساتھ انہوں نے اپنے لیے دو کمرے اور ایک برآمدہ الگ بنایا ہوا تھا۔ ہم لوگ جمعہ اور عیدین کی نمازیں وہیں پڑھتے تھے۔ بڑے میاں جی جب بہت بوڑھے ہو چکے تھے تب بھی وہی خطبہ دیتے تھے اور نماز بھی پڑھاتے تھے۔ جب میں نے میٹرک کا امتحان دیا تو میں روزانہ انہیں قرآن سنانے کے لیے جاتی تھی اور وہاں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی کتاب بھی لے آتی کیونکہ ہمارے گھر میں کتب نہیں تھیں۔ میں ایک کتاب ختم کر کے دوسری لے آتی یوں مطالعہ کا شوق بھی مجھے انہی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ بڑے میاں جی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے، آمین۔

چندوں میں باقاعدگی

مراڑہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مشہور قصبہ ظفروال ہے، وہاں پر مولوی عبداللہ باجوہ صاحب ہمارے سیکرٹری مال تھے۔ وہ رہنے والے تو کھیوہ باجوہ کے تھے مگر ہجرت کر کے قادیان چلے گئے تھے اور بٹوارے کے بعد ظفروال میں سکونت اختیار کر لی۔ میاں جی اپنے چندے خود ان کے پاس وہاں جا کر بڑی بشاشت سے ادا کرتے تھے اور سب چندوں میں خدا کے فضل سے شامل تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے دونوں والدین موصی تھے اور ہم ان کو سلام کرنے اور دعا کرنے کے لیے بہشتی مقبرہ ربوہ جاتے ہیں۔

قرآن سے محبت

یہ ذکر گزر چکا ہے کہ بے بے جی کو قرآن کریم پڑھنے کا بہت شوق تھا اور یہی محبت انہیں احمدیت میں لے آئی۔ میرے میاں جی نے قرآن نہیں پڑھا تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بوڑھے بھی قرآن پڑھیں تو بے بے جی نے میاں جی کو پڑھانا شروع کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ آپ کے میاں جی بہت ذہین ہیں، میں قاعدہ یسرناالقرآن سے صرف ایک دفعہ پڑھاتی ہوں تو بہت جلد یاد کر لیتے ہیں۔ اپریل ۱۹۷۵ء کی چھٹیوں میں جب میں گاؤں گئی تو وہ قرآن کریم کا پہلا دَور مکمل کرنے والے تھے۔ آپ کی عمر اس وقت تقریباً ۷۷ سال تھی۔ میرا بیٹا عبدالصبور (جس کی عمر اس وقت ساڑھے پانچ سال تھی) بھی انہی دنوں میں قرآن پاک ختم کرنے والا تھا۔ دونوں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد قرآن کریم پڑھنے بیٹھ جاتے تو بے بے جی کہتیں کہ نانا اور نواسے کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ الحمدللہ دونوں نے انہی دنوں میں قرآن ختم کیا۔

میاں جی کو چھوٹی سورتیں پہلے سے یاد تھیں اور مسجد بننے سے پہلے ہمیشہ گھر میں باجماعت نماز ہوتی تھی اور میاں جی محترم ہی پڑھایا کرتے تھے۔ قرآن پڑھنے کے بعد آپ نے لمبی سورتیں بھی یاد کیں۔ ایک دفعہ بڑے بھائی جان نے کہا کہ میاں جی سورۃ الرحمٰن سنائیں۔ سن کر ہمیں بے انتہا خوشی ہوئی۔

پیار محبت

میاں جی کا اپنے تینوں بھائیوں اور بہن سے بے حد پیار تھا۔ گاؤں میں لوگ ان بھائیوں کی محبت کی مثال دیا کرتے تھے۔ اپنے بچوں سے بھی آپ نے

بہت محبت کی اور نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ رشتہ دار کہتے کہ ان کے ہاتھ میں کوئی جادو ہے جس کی وجہ سے بچے ان کے فرمانبردار ہیں۔ یہ تو ان کی محبت کا جادو تھا۔ ہر اچھے کام، پڑھائی وغیرہ میں بہت حوصلہ افزائی کرتے۔ کھیتی باڑی کے مشکل کام کو وہ عبادت سمجھ کر کرتے تھے۔ ایسے مثالی کاشتکار تھے کہ لوگ رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نئی نئی فصلیں متعارف کروانے میں گاؤں میں اوّل نمبر پر تھے۔

بچوں کی تعلیم

محترم میاں جی اور بے بے جی کو بچوں کو تعلیم دلوانے کا بہت شوق تھا۔ ان کے چاروں بھائیوں میں سے صرف میرے چچا جان چودھری سردار خان صاحب نے ہی میٹرک کیا تھا۔ جب میاں جی احمدی ہوئے تو میرے بڑے بھائی چوتھی یا پانچویں میں تھے اور بڑی بہنیں بھی لڑکوں کے سکول میں پڑھتی تھیں۔ آپ نے شوق سے سب کو تعلیم دلوائی۔ جب چھوٹی بہن نے لڑکوں کے سکول سے پرائمری پاس کی تو ظفروال میں لڑکیوں کا مڈل سکول بن گیا اور انہوں نے وہاں سے مڈل پاس کیا۔ جس سال میں نے ظفروال کے سکول سے مڈل کی تعلیم مکمل کی، اسی سال وہاں میٹرک کی کلاسیں شروع ہو گئیں۔ میں نے اس سکول سے میٹرک پاس کیا اور اپنے گاؤں کی پہلی میٹرک پاس لڑکی تھی۔ الحمد للہ۔ اسی طرح میرے چاروں بھائیوں نے ظفروال سے میٹرک پاس کیا۔ مزید تعلیم بھی حاصل کی اور فوج اور دیگر اداروں میں کام کرتے رہے۔

احمدیت کی برکات

میرے بڑے بھائی جان بشیر احمد صاحب میٹرک کے بعد فوج میں چلے گئے۔ وہ جنگ کا زمانہ تھا اور بھائی جان کی یونٹ کو ہانگ کانگ بھیج دیا گیا۔ وہاں پر جب عید کا موقع آیا تو غیر از جماعت لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھیں۔ بھائی جان کے ساتھ تین اور احمدی نوجوان تھے، انہوں نے انکار کیا تو انہیں کہا گیا کہ ہم فوج میں انتشار نہیں چاہتے۔ تم ٹکٹ لو اور واپس جاؤ۔ چاروں احمدی جوان واپس آ گئے۔

جب بھائی جان وہاں ہی تھے تو بے بے جی نے خواب دیکھا تھا کہ بشیر احمد واپس آ گیا ہے مگر دروازے سے نہیں بلکہ دیوار پھاند کر آیا ہے۔ اور جب آیا تو ایک بزرگ کھڑے ہیں، انہوں نے تھپکی دی کہ شاباش بیٹا، ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ والد صاحب سے اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ اس کی یاد میں روتی رہتی ہیں، اسی کا اثر ہو گا۔ چند دن میں بھائی جان یوں واپس آ گئے۔

بڑے میاں جی انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے لے گئے اور ساری بات کا ذکر کیا۔ حضور نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت ترقیاں دے گا۔

میاں جی نے بھائی جان کا رشتہ طے کیا ہوا تھا سو ان کی شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد آپ دوبارہ فوج میں چلے گئے۔ جب صوبیدار ہوئے تو ان کے انگریز افسر نے کہا کہ بشیر احمد تم بہت ذہین ہو، پی ایم اے کا امتحان دو۔ امتحان پاس کر کے لیفٹیننٹ ہو گئے۔ والدین کو باقاعدگی سے خط لکھا کرتے اور ہمیشہ دعاؤں کی درخواست کرتے۔ جب میاں جی سے کہتے کہ اب ریٹائر ہو کر آ جاؤں گا تو میاں جی کہتے کہ بشیر احمد تم نے بہت اوپر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے، حضرت صاحبؓ کی دعا سے اور احمدیت کی برکت سے آپ لیفٹیننٹ کرنل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ اسی طرح میرے چھوٹے تینوں بھائی بھی بہت اچھے عہدوں پر پہنچے اور جماعتی عہدوں پر بھی نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔

ہمارا گاؤں مراڑہ جو کہ ایک غیر معروف گاؤں تھا، احمدیت کی وجہ سے اسے دُور دُور تک شہرت ملی۔ جماعت احمدیہ کی کئی نامور ہستیوں کا تعلق اس گاؤں سے قائم ہوا۔ مکرم ڈپٹی میاں شریف صاحب کی بیٹی ڈپٹی سیکرٹری چودھری سردار احمد صاحب سے بیاہ کر آئیں۔ مکرم سردار عبدالرحمٰن صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی ڈاکٹر محمودہ نذیر بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں دِیں۔ جنرل اختر حسین ملک ہمارے عزیزوں میں بیاہے گئے۔ خالد احمدیت عبدالرحمٰن خادم کی دو بیٹیاں میرے چچا زاد بھائیوں کی بیگمات بنیں۔ مکرم مولوی چراغ الدین صاحب مربی سلسلہ کی ایک بیٹی میرے میاں جی کی بہو اور دوسری میرے بڑے بھائی کی بہو ہیں۔ یوں احمدیت کی برکت سے اس گاؤں کا نام دُور دُور تک پہنچ گیا ہے۔

آخری عمر اور وفات

۱۹۷۹ء میں میری والدہ صاحبہ کی وفات ہو گئی اور آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ بچوں کے اصرار پر میاں جی زمین ٹھیکے پر دے چکے تھے۔ والدہ

کی وفات کے بعد انھوں نے زیادہ وقت میرے بھائیوں کے پاس گزارا۔ اکثر گرمیوں کا موسم واہ کینٹ میں بھائی شریف احمد صاحب کے پاس اور ہری پور میں چھوٹے بھائی نصیر احمد خالد صاحب کے پاس گزارتے۔ بھائی عبدالحمید زراعت سے متعلق ملازمت کی وجہ سے دُور کی جگہوں پر رہے، اس لئے سردیوں میں ان کے ہاں چلے جاتے۔ میرے بھائیوں نے والد صاحب کی بہت خدمت کی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ ۱۹۸۹ء میں میاں جی کی وفات ہوئی اور آپ بھی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔

میرے والدین کا ہم پر بے حد احسان ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوئے اور ہمیں بھی اس روشنی سے منور کیا۔ ہماری دینی اور دنیاوی تعلیم و تربیت کے لیے بہت محنت کی، مگر بھولے سے کبھی یہ بات زبان پر نہ لائے کہ ہم نے تم لوگوں کے لیے دن رات محنت کی۔ یہ عاجزہ اپنے ربّ کے حضور، سب سے پہلے اپنی جماعت، خلافت اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے لیے دعا کرنے کے بعد اپنے والدین کے لیے دُعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا بے حد فضل فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

احمدیہ مسلم کمیونٹی، اسلامیہ بُک سٹور میں کتب کا اضافہ

اے ایم آئی بُک سٹور ڈاٹ یو ایس میں درج ذیل کتب کا اضافہ کیا گیا ہے:

- قرآن کریم، اردو ترجمہ از حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ
- توضیح مرام، تصنیف لطیف حضرت مرزا غلام احمد المسیح الموعود علیہ السلام
- نشانِ آسمانی
- قادیان کے آریہ اور ہم
- آریہ دھرم
- تفسیرِ صغیر
- انفاخِ قدسیہ
- سیرِ روحانی
- خلافتِ حقہ اسلامیہ
- صحیح المسلم، جلد ۱ تا ۱۵
- خطباتِ مسرور جلد ۱ تا ۸
- منصبِ خلافت
- مذہب کے نام پر خون
- خلافتِ راشدہ
- خزینۃ الدعا
- سلسلہ احمدیہ، جلد اول اور دوم
- سفر آخرت کے آداب اور مسائل

نئ مطبوعات سے متعلق معلومات کے لیے ملاحظہ کیجئے:

https://www.amibookstore.us/products_new.php

جزاکم اللہ احسن الجزاء (محمد احمد ناصر انچارج بک سٹور)

قرآں خدا نما ہے، خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرِفَت کا چمن ناتمام ہے